ستمبر 2009
معارفِ رضا
مدیر اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی - پاکستان)
25-جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، پوسٹ بکس نمبر-7324، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون : 2725150-21-92+ فیکس : 2732369-21-92+
ای میل imamahmadraza@gmail.com ویب سائٹ : www.imamahmadraza.net

شربت روح افزا

ہمدرد

ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا انتیسواں ۲۹ سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 29 شمارہ: 9

رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ / ستمبر ۲۰۰۹ء

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/ مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

حمدِ باری تعالیٰ

صبح دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے

علامہ شہزاد مجددی ☆

صبح دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے
لب پہ بے ساختہ بس حمدِ خدا آتی ہے

پھرنے لگتے ہیں مری آنکھ میں میزاب و حطیم
یاد جب صحنِ مقدس کی فضا آتی ہے

کوئی فن اور ہنر پاس نہیں ہے میرے
تیرے محبوب کی بس مدح و ثنا آتی ہے

مشکلیں جب کہیں آتی ہیں سرِ راہِ حیات
دستگیری کو وہیں تیری عطا آتی ہے

امتِ خیرِ مجسم کو بھی ہو خیر نصیب
ہر گھڑی لب پہ یہی ایک دعا آتی ہے

ساتھ لے آتی ہے محرابِ حرم کی خوشبو
جب مدینے سے کوئی موجِ صبا آتی ہے

خواہشِ نفس کا شہزاؔد چھٹے دل سے غبار
تب کہیں جا کے سمجھ شانِ خدا آتی ہے

☆ دارالاخلاص ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور۔

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ساقی میں ترے صدقے مَے دے رمضاں آیا

از: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شورِ مہِ نَو سن کر تجھ تک میں دَواں آیا
ساقی میں ترے صدقے مَے دے رَمضاں آیا

اس گل کے سوا ہر پھول باگوش گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقتِ فغاں آیا

جب بامِ تجلی پر وہ نیّرِ جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا

جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا
اب تک کے ہر اک کا منھ کہتا ہوں کہاں آیا

طیبہ کے سوا سب باغ پامالِ فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو! جب عہدِ خزاں آیا

سر اور وہ سنگِ در آنکھ اور وہ بزمِ نور
ظالم کو وطن کا دھیان آیا تو کہاں آیا

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتے میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

جلتی تھی زمیں کیسی تھی دھوپ کڑی کیسی
لو وہ قدِ بے سایہ اب سایہ کناں آیا

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہیے تو جناں والو
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

لے طوقِ الم سے اب آزاد ہو اے قمری
چٹھی لیے بخشش کی وہ سروِ رواں آیا

نامے سے رضؔا کے اب مٹ جاؤ بُرے کامو
دیکھو مِرے پلّے پر وہ اچھے میاں آیا

بدکار رضؔا خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے
وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

ربِّ احمد (ﷺ) کی رضا ہیں حضرتِ احمد رضا

نذرانۂ عقیدت بہ حضورِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نور اللہ مرقدہ

کلام: ندیم احمد ندیؔم قادری نورانی☆

ربِّ احمد کی رضا ہیں حضرتِ احمد رضا
عاشقِ خیر الورا ہیں حضرتِ احمد رضا

اک صدائے حق نما ہیں حضرتِ احمد رضا
راہِ جنت کی ضیا ہیں حضرتِ احمد رضا

قادیانی پر لگائی ضربِ اوّل آپ نے
شیرِ ختم الانبیا ہیں حضرتِ احمد رضا

فاتحِ مرزائیت ہیں شاہ نورانی میاں
شاہ کے بھی رہ نما ہیں حضرتِ احمد رضا

سَرورِ کونین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہوں
جاں نثارِ مصطفیٰ ہیں حضرتِ احمد رضا

دست گیری بھی کریں گے جب پکارو گے اُنھیں
نائبِ غوث الورا ہیں حضرتِ احمد رضا

آسمانِ علم و حکمت کے درخشاں آفتاب
حضرتِ احمد رضا ہیں حضرتِ احمد رضا

پڑھ کے جانا ''کنز ایمان'' و فتاوائے رضا
علم کا اِک سلسلا ہیں حضرتِ احمد رضا

اُن کے در کا ایک ادنیٰ سا گدا ہوں میں ندیؔم
صاحبِ جود و عطا ہیں حضرتِ احمد رضا

☆ آفس سیکریٹری/ پروف ریڈر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اپنی بات﴾

وفا مجوی زِ دُشمن کہ پرتوی نہ دہد

مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مخبر صادق حضورِ اکرم سیّدِ عالم ﷺ نے خارجیوں کی نشان دہی فرماتے ہوئے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے:

یُحْسِنُوْنَ الْقِیْلَ وَیُسِیْئُوْنَ الْفِعْلَ

(بیہقی شریف، ص:۲۹۷، ج:۸)

ترجمہ: (خارجی) باتیں بڑی حسین و جمیل کریں گے جب کہ فعل و کردار کے گندے ہوں گے۔

مخبر صادق ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی آج بھی ویسا ہی صادق ہے جیسا کہ دورِ اوّل کے خارجیوں کے لیے تھا اور قیامت تک کے لیے یہ حق کی نشان دہی کرتا رہے گا۔ چنانچہ موجودہ دور کے خارجیوں (جن کا جدید نام دیوبندی، وہابی، نجدی، مودودی، تبلیغی وغیرہ ہے) کے گفتار و کردار کا جب ہم حالیہ حالات کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں تو ان کا تضاد کُھل کر ہمارے سامنے آجاتا ہے اور سیّدِ عالم ﷺ کے نبی برحق ہونے و نیز اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے عطاکردہ علم غیب پر آپ ﷺ کے امین ہونے کے حوالے سے اہلِ ایمان کا یقین اور مستحکم ہو جاتا ہے، نتیجتاً اہلِ محبت کی زبان پر صدقت یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کے کلمے کے اجرا کے ساتھ بے اختیارانہ درود و سلام کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً دَائِمَۃً مَّقْبُوْلَۃً تُؤَدِّیْ بِھَا عَنَّا حَقَّہُ الْعَظِیْمِ۔

پاکستانی خوارج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کی غالب اکثریت نے اب تک پاکستان کو بطور زمینی حقیقت دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ان کے بزرگ مثلاً آنجہانی مفتی محمود صاحب نے سقوطِ مشرقی پاکستان (۱۶ردسمبر ۱۹۷۱ء) کے موقع پر جو بیان اخبارات کو جاری کیا تھا، اس میں کھل کر اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ تحریکِ پاکستان ایک ترغیبِ گناہ کی تحریک تھی اور انہوں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ وہ اور ان کا گروہِ خوارج اس گناہ میں شریک نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں اس وقت شدت پسند، فتنہ پرور اور دہشت گرد گروہ طالبان کے جتنے بھی حامی ہیں خواہ ان کا تعلق دینی مدارس سے ہو یا زندگی کے دیگر شعبے سے، وہ عقیدے کے حوالے سے اسی گروہِ خوارج کے افراد ہیں کیوں کہ طالبان انہی خوارج کے دینی مدرسوں کی پیداوار ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ سوات، مالاکنڈ، فاٹا اور وزیرستان میں طالبان کے زیرِ اثر جتنے بھی مدارس ہیں ان سب کا الحاق خوارجِ پاکستان کی دینی مدارس کی تنظیم وفاق

المدارس یا وفاقِ مدارسِ اہلِ حدیث سے رہا ہے۔ روزِ اوّل سے ان مدارس کی انتظامیہ، اساتذہ، علما اور مفتیان کا طالبان کے ساتھ نہ صرف قریبی رابطہ رہا ہے بل کہ جبر و تشدّد کے ذریعے اپنے من مانے عقیدے اور اسلامی احکام کی من پسند تشریحات کو لوگوں پر نافذ کرنے کے حق میں اور جو ان کے احکامات کو تسلیم کرنے سے انکار کرے، اسے بندوق، بموں اور خود کش حملوں کے ذریعے ہلاک کرنے کے جواز میں انہوں نے فتوے بھی جاری کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے جبر و ظلم اور مملکتِ پاکستان کے خلاف بغاوت کے جرم میں فوجی آپریشن شروع ہوا تو سب سے زیادہ واویلا خوارجِ پاکستان کے زعما اور علما نے مچایا اور الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا پر ان کی حمایت اور فوجی آپریشن کے خلاف بیانات جاری کیے۔

ابھی کل کی بات ہے (۲۱ر جولائی ۲۰۰۹ء) کہ خوارجِ طالبان کے خود کش حملے میں شہید ہونے والے اہلِ سنت والجماعت کے معروف عالم اور اسکالر مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب کے چالیسویں کی محفلِ ایصالِ ثواب میں مودودی خارجی گروہ کے لیاقت بلوچ اور فرید احمد پراچہ صاحبان "مان نہ مان میں ترا مہمان" کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے شریک ہوئے۔ واضح ہو کہ خوارج کے نزدیک ان محافلِ ایصالِ ثواب کا انعقاد بالخصوص تعیّنِ دن اور وقت کے ساتھ کوئی بھی نیک کام کا کرنا، بدعتِ سیئہ بل کہ حرام ہے۔ لیکن سیّدِ عالم مخبر صادق ﷺ کے درج بالا ارشاد کے مطابق بظاہر اسلام اور دین کے نام پر حسین و جمیل باتیں کرنے والے یہ بد کردار، بد فعل، کس قدر بے حیا اور بے شرم ہیں کہ اپنے سیاسی مفاد کے حصول کی خاطر وہ نہ صرف ہماری ان متبرک محافل میں شریک ہوتے ہیں بل کہ ہمارے اسٹیج پر بیٹھ کر ہمارے مرحومین کی شان میں قصیدے پڑھتے ہیں اور ان کے ایصالِ ثواب کے لیے دعا میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ یہ ہے خوارج کے قول و فعل کا تضاد، اسی کا دوسرا نام منافقت ہے۔

سچ پوچھیے تو ان کا اہلِ سنت والجماعت کی ان محافل میں شرکت کا مقصد اہلِ سنت والجماعت سے اپنا سیاسی مفاد حاصل کرنا ہے اور ساتھ ہی سب سے بڑا اور اہم ہدف ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ محترم پیر افضل قادری صاحب کو کہ جنہوں نے اہلِ سنت علما و عوام کے قاتلوں کے سرپرستوں کے ان نمائندوں کو اپنی للکار سے بھرے مجمع میں ننگا کر دیا، ہم تک جو اطلاعات بعض ذرائع سے پہنچی ہیں، ان کے مطابق پیر صاحب نے گرج دار آواز میں لیاقت بلوچ اور فرید احمد پراچہ کے اصل چہروں سے نقاب اُٹھائی کہ یہ دونوں اور ان کا گروہ اہلِ سنت والجماعت کے کھلے دشمن ہیں کیوں کہ خوارج کی یہ اولاد، دہشت گرد طالبان کے نہ صرف حامی ہیں بل کہ ان کے سرپرست بھی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لرزہ خیز انکشاف کیا کہ لیاقت بلوچ کا تعلق خوارج کے مودودی گروہ کی طلبا تنظیم کے دہشت گرد گروہ (Thunder Squad) سے رہا ہے اور اُس زمانے میں انہوں نے خود اسی دارالعلوم نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور کے ایک ہونہار طالبِ عالم عبد الرحمٰن شہید کو ایک مظاہرے میں گولی مار کر ہلاک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس انکشاف کے ساتھ ہی حاضرینِ مجلس میں ان دونوں خارجیوں کے خلاف اشتعال پیدا ہو گیا اور ان کے خلاف

نعرے بازی شروع ہوگئی:

"طالبان کا جو یار ہے وہ ملک کا غدار ہے۔"

"ان منافقوں کو ہمارے اسٹیج سے نکال باہر کرو۔"

"ان دونوں کا حشر 'بش' جیسا کرو۔"

منافقینِ زمانہ کے یہ دونوں نمائندہ اہلِ سنت والجماعت کے اس نمائندہ اجتماع سے سیاسی حمایت حاصل کرنے میں تو ناکام ہوگئے لیکن اپنے اصل ہدف یعنی ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے میں ایک حد تک ضرور کامیاب ہوگئے۔ جس وقت مجمع ان منافقین کے خلاف اپنی نعرہ بازی سے نفرتوں کا برملا اظہار کر رہا تھا، اسی دم اسٹیج سے دارالعلوم نعیمیہ کی انتظامیہ کی طرف سے ایک اپیل بار بار لاؤڈ اسپیکر پر نشر کی جارہی تھی کہ "برادرانِ اہلِ سنت صبر سے کام لیجیے، یہ دونوں (منافق) حضرات ہمارے مہمان ہیں، مہمانوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئیں نہ کہ ان کی توہین کریں۔" اس اپیل سے دہشت گردوں بل کہ قاتلانِ علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے سرپرستوں کو فرار کا محفوظ راستہ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی اور ان کو اپنا مہمان قرار دے کر اہلِ سنت میں انتشار و افتراق کی کھلی نشان دہی کر دی گئی۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا انتظامیہ مجمع اہلِ سنّت کے جذبات اور احساسات کے احترام میں ان دونوں نمائندۂ خوارج کو مجلس سے چلے جانے کا مشورہ دیتی اور یہ اعلان کرتی کہ اہلِ سنّت کے جذبات علامہ نعیمی کی شہادت پر اس قدر بھپرے ہوئے ہیں کہ ان دونوں وہابیوں کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ یہاں سے فوراً چلے جائیں ورنہ ان کے کسی نقصان کے ذمہ دار ہم نہ ہوں گے۔"

لیکن اس اعلان کے لیے امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ الوجہہ الکریم سے دِلی محبت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ پر کامل استقامت کی ضرورت تھی جس کا اب ہمارے عام مولوی تو مولوی "مفتیِ اعظم"، "فقیہِ عصر" اور "محدثِ اعظم" جیسے خود اختیاری القابات کا سابقہ استعمال کرنے والی شخصیات میں بھی صاف اور کھلا فقدان نظر آرہا ہے۔

سیکیورٹی ایجنسیوں کی رپورٹ کے مطابق طالبان اور دیگر دہشت گرد تنظیموں کے نمائندے پاکستان کے طول و عرض میں ہزاروں کی تعداد میں قائم وہابی مدارس میں طلبا، اساتذہ، مجلسِ انتظامیہ کے افراد کی صورت میں کسی نہ کسی طور پر موجود رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ اس کے برخلاف اہلِ سنت والجماعت کے مدارس کا انتظام کرنے والی تنظیم، تنظیم المدارس کے تحت چلنے والے کسی ایک مدرسہ کے بارے میں بھی سیکورٹی ایجنسیوں کی رپورٹ میں کوئی ایسا تذکرہ نہیں ہے کہ یہاں کا کوئی طالب علم یا استاد دہشت گردی کی کسی معمولی سی بھی کاروائی میں کبھی ملوث پایا گیا ہو۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر تمام الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا نے بھی معتبر حوالوں سے خوارجِ زمانہ کے انہی گروہوں (دیوبندی، وہابی، مودودی، تبلیغی) کے مدارس کے نیٹ ورک ہی کو دہشت گردی، خود کش حملوں اور فتنہ و فساد کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی کی دس سالہ تاریخ میں الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے حوالے سے اس موضوع پر اس قدر مستند دستاویزات اور فوٹیج جمع ہو چکا ہے کہ اس پر بآسانی متعدد زاویوں سے کئی پی۔ ایچ۔ ڈی مقالات لکھے جاسکتے ہیں۔

جب بھی پاکستان یا دنیا کے کسی ملک میں دہشت گردی یا خود کش بم حملوں کی واردات ہوتی ہے تو فوراً ذہن انہی خوارج گروہوں کی طرف جاتا ہے اور اس میں اب کسی بھی صائب الرائے شخص کی دو رائے نہیں ہے۔ لیکن اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ان بزدلانہ اور ظالمانہ کاروائیوں کی بناء پر دنیا بھر میں بالعموم مسلمان اور بالخصوص ہمارا پیارا وطن پاکستان بدنام ہو رہا ہے۔

ان تمام شواہد و دستاویزی ثبوت کے باوجود گروہِ خوارج کے زعماء اور ان کے وفاق المدارس کے ارباب اہتمام وانصرام بار بار میڈیا پر آ آ کر یہ دعوے کر رہے ہیں ہمارا کوئی مدرسہ اور ہمارے مکتبۂ فکر کا کوئی فرد دہشت گرد کارروائیوں میں شریکِ کار نہیں ہے۔ ماضی میں اکثر دیوبندی مدارس دہشت گردی کی کارروائی اور ان کی تربیت کا مرکز بننے کے سلسلے میں ایک اہم ثبوت اُردو روزنامہ جنگ مورخہ ۲۵ جولائی ۲۰۰۹ء ص: ۳ پر شائع شدہ حکومت پنجاب کا ایک تازہ اشتہار ہے جس میں حکومت پنجاب کی طرف سے اطلاعِ عام دی گئی ہے کہ راولپنڈی، جہلم، اٹک، چکوال میں قائم سوا سو سے زیادہ دیوبندی وہابی مدارس کے منتظمین اور وفاق المدارس کے نمائندوں سے انسداد دہشت گردی کے لیے درج ذیل آٹھ نکاتی لائحۂ عمل پر کاربند و پابند رہنے کے لیے دستخط لیے گئے ہیں۔ یہ لائحۂ عمل راولپنڈی ریجن کے ریجنل پولیس آفیسر جناب ناصر خاں درّانی کی زیر صدارت ۱۲۴ علمائے دیوبند، مفتیان اور دیوبندی مدارس کے مہتمم حضرات کے ساتھ ایک اجلاس مورخہ ۱۱ جولائی ۲۰۰۹ء میں طے پائے:

۱۔ کسی اجنبی شخص کو کسی صورت میں مدرسہ میں داخلہ و قیام کی اجازت نہ ہوگی بالخصوص کوئی بھی شخص رات کو مدرسہ میں نہ تو قیام کرے گا اور نہ ہی کوئی سامان رکھے گا۔

۲۔ مدرسہ کے تمام طلبا اور اساتذہ کا ریکارڈ مرتب کیا جائے گا۔ ان کے شناختی کارڈ کی کاپی اور "ب" فارم ریکارڈ میں رکھا جائے گا۔

۳۔ مدرسہ میں طلبا کو موبائل فون کے استعمال کی قطعاً اجازت نہ ہوگی۔ بوقتِ ضرورت طالبِ علم مدرسہ کا فون یا نزدیکی PCO استعمال کریں گے۔

۴۔ تمام مہتمم حضرات مدارس کے اساتذہ اور طلبا پر خصوصی نظر رکھیں گے تاکہ کوئی ملک دشمن ان کے ساتھ رابطہ کر کے انہیں گمراہ نہ کر سکے۔ اگر اس قسم کا کوئی عنصر ان کے نوٹس میں آئے تو فوراً پولیس کو اطلاع کرنے کا اہتمام کریں گے تاکہ اس کی بروقت پڑتال ہو سکے۔

۵۔ مدرسہ اور طلبا کا تشخص اجاگر کرنے کے لیے تمام مدارس میں اس حدیث پاک کو نمایاں مقام پر آویزاں کیا جائے گا کہ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے" تاکہ ایک تو مدرسہ کے طالبعلموں کی ذہن سازی ہوتی رہے کہ اصل مسلمانی کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ باہر سے آنے والوں کو علم ہو سکے کہ مدرسہ میں کیا بنیادی تعلیم دی جا رہی ہے۔

۶۔ ڈویژن، ضلع اور تحصیل کی سطح پر علما اور پولیس کی کمیٹیاں بنائی جائیں گی جو مدرسہ جات اور انتظامیہ کے مابین رابطہ کا ایک ذریعہ ہوگی۔ جو مشاورت سے کیے گئے فیصلوں پر عمل در آمد کرانے کے لیے کوشاں رہیں گی اور ان فیصلوں پر عملدرآمد کی یقین دہانی کے لیے وقتاً فوقتاً مدارس

کی پڑتال بھی کریں گی۔

۷۔ مدرسہ کے مہتمم مدرسہ کے اندر اصلاحِ احوال کے لیے ایک کمیٹی بنائیں گے جو طلبا/ اساتذہ کی سرگرمیوں پر نظر رکھے گی اور مشکوک/ مشتبہ امر نوٹس میں آنے پر تشکیل دی گئی تحصیل/ ضلعی کمیٹی کی معرفت فوری انتظامیہ کو آگاہ کرے گی۔

۸۔ اگر پولیس کو کسی مدرسہ، اس کے کسی طالب علم یا کسی مدرس کے بارے میں کوئی چھان بین درکار ہوگی تو پولیس متعلق کمیٹی کی وساطت سے مطلوبہ معلومات حاصل کرے گی۔ کمیٹی اور مدرسہ کی انتظامیہ اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کریں گے۔

اشتہار میں شائع لائحۂ عمل سے کئی اہم معاملات کا انکشاف ہوتا ہے مثلاً

۱۔ خوارج کے ان مدارس میں کس کس بھیس میں دہشت گرد موجود رہتے تھے، رہتے ہیں اور رہ سکتے ہیں۔

۲۔ مہتمم مدارس اور اساتذہ ان کو کس طرح تحفظ فرماتے اور ان کی اصل شناخت کو چھپانے کی سعی کرتے رہے ہیں۔

۳۔ مدرسہ کے طلباء کو بیرون مدرسہ اپنے سرپرستوں سے رابطہ کے لیے موبائل فون کی سہولت بلاروک ٹوک حاصل تھی۔

۴۔ دہشت گردی اور شدت پسندی اور مسلکی تعصب طلباء کے ذہنوں میں جانگزیں کرنے کے لیے ان کی ذہن سازی یا ان کے ذہنی غسل (برین واشنگ) کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔

۵۔ مدرسہ میں ارشاداتِ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں تصوف کی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں تھا کہ جس سے طلباء کی ذہن سازی ہوتی، ان کے اخلاقِ عالیہ کی صلاحیتیں بیدار ہوتیں اور خلقِ خدا بالخصوص مسلمانوں کے لیے محبت، ہمدردی، اخوت کے جذبات ابھرتے نہ کہ نفرت وبیزاری و دشمنی کے۔

۶۔ مشکوک، مشتبہ اور ملک دشمن افراد ان مدارس میں بلا روک ٹوک آتے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ

اہم نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ لائحۂ عمل کا پابند صرف خوارج کے مدارس کو کیوں گیا؟ اہلِ سنت والجماعت کے کسی ایک مدرسہ کو بھی کیوں شامل نہ کیا گیا؟ محب وطن پاکستانیو! یہی سو ملین روپے کا سُوال ہے! اس سے یہ حقیقت واشگاف انداز میں سامنے آگئی کہ جن کے مدارس میں طالبان، لشکرِ جھنگوی، جیشِ محمدی، لشکرِ طیبہ، سپاہِ صحابہ یا جو نام بھی آپ دہشت گردوں کو دے لیں، نے تعلیم و تربیت حاصل کی پھر ان مدارس کو اپنا مرکز اور دہشت گردی کی کارروائیوں کا ہیڈکوارٹر بنایا انہی کو حکومت منظور شدہ لائحۂ عمل پر عملدرآمد کا پابند کررہی ہے۔

دیوبندی وہابی مدارس کا دہشت گردوں کی سرپرستی کا ایک دوسرا ثبوت سرحد کے ایک سابق رکن قومی اسمبلی مولوی شاہ عبد العزیز کی دہشت گردی کے الزام میں گرفتاری بھی ہے۔ یہ مولوی صاحب جے۔یو۔آئی (سمیع الحق گروپ) کے رُکن، اور انہی مولوی سمیع الحق صاحب کے مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں اور خود بھی پشاور کے قریب ایک مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ یہ خبر تمام اخبارات میں شائع ہوئی اور تمام میڈیا قومی اور نجی چینلز پر نشر ہوئی اور مولوی شاہ عبد العزیز کو پابہ جولاں دکھایا گیا۔ لال مسجد، اسلام آباد کے واقعے میں مسجد پر قابض ''غازی برادران'' کو حکومتِ پاکستان کے خلاف بغاوت پر اکسانے اور ان میں سے ایک کو سوئے دار تک پہنچانے اور دوسرے کو قید و بند میں گرفتار کرنے میں مذکورہ شخص کا سازشی کردار رہا ہے۔

ابھی تازہ تازہ خبر میں بیت اللہ محسود کی ہلاکت کے بعد بدھ (۴/اگست ۲۰۰۹ء) کی صبح طالبان جنگجوؤں کے مختلف گروپوں کے درمیان تصادم کی جو تفصیلی خبریں شائع ہوئی ہیں، وہ روزنامہ جنگ، پیر ۱۸/شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ / ۱۰/اگست ۲۰۰۹ء میں صفحہ اول پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ پھر ان میں جو لرزہ خیز انکشافات ہیں، اس پر جنگ نے دوسرے ہی دن یعنی منگل، ۱۱/اگست ۲۰۰۹ء کو "لرزہ خیز انکشافات۔ خفیہ ایجنسیوں کی کارکردگی، ایک سوالیہ نشان" کے عنوان سے ایک بھرپور اداریہ سپردِ قلم کیا ہے۔ اس اداریہ میں ایک تحقیقاتی رپورٹ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ جنگجوؤں میں مسلح تصادم کی بنیادی وجہ طالبان پاکستان کی قیادت پر قبضہ کرکے دو ارب روپے کے فنڈ اور ایک ارب کے ہتھیاروں پر قبضہ کے بعد ۳۵۰۰ تربیت یافتہ جنگجوؤں کی قیادت سنبھال کر دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو فروغ دینا اور اپنے علاقہ جنوبی وزیرستان میں اپنی رٹ قائم رکھنا تھا جو دشمنانِ پاکستان کے بیت اللہ محسود کے ساتھ کیے گئے وعدہ کے تحت ایک "آزاد اسلامی امارت" کے قیام پر منتج ہونی تھی۔ باقی تفصیل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے فی الوقت ہم جس بات کی طرف قارئین کی توجہ ملتفت کرانا چاہتے ہیں، وہ رپورٹ کا وہ حصہ ہے جس میں اس خطیر فنڈ کا منبع (Source) اور اس کی نکاسی (Placement and Investment) کا بیان ہے۔ رپورٹ کے مطابق خلیجی عرب ریاستوں کی امیر ترین شخصیات اور ہندوستان اور افغانستان کی خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے یہ فنڈ وصول ہورہے ہیں اور ان کی نکاسی بینک انویسٹمنٹ کی صورت میں پاکستانی اور خلیج ممالک کے بینکوں میں زیرِ گردش ہے یا پھر دبئی اور کراچی میں Real State (جائیداد، فلیٹ وغیرہ) کی خرید و فروخت اور تعمیر میں انویسٹ ہورہا ہے اور پاکستان و دبئی وغیرہ میں یہ فنڈ ایک مضبوط سینڈیکیٹ کی زیرِ نگرانی استعمال ہورہا ہے جس میں کراچی سے بیت اللہ محسود کے قبیلے کے لوگ اور جنوبی پنجاب سے چند جہادی (دیوبندی وہابی) عناصر کے ممبران شامل ہیں۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کراچی کے جن بینکوں میں یہ فنڈ گردش کررہا ہے، وہ کون سے بینک ہیں؟ کیا وہ اسلامی بینکنگ کے نام پر قائم کردہ بینک تو نہیں؟ کیا پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے اس پر پہلے سے مطلع ہونے کے باوجود اس سمت میں کوئی تفتیش کی ہے تو وہ کیا ہے؟ اگر نہیں، تو یہ مجرمانہ چشم پوشی کیوں؟ اس رپورٹ میں بین السطور جو نہایت اہم خبر ہے، وہ یہ ہے کہ گذشتہ دو سال قبل کراچی کے غالباً ایک اسلامک بینک / ایکسچینج کمپنی میں ۱۴ کروڑ روپے کا جو ڈاکہ خود اس کے دو گارڈز نے ڈالا تھا، ان کا تعلق محسود قبیلے سے تھا بلکہ وہ بیت اللہ محسود کے تربیت یافتہ تھے۔ بعد میں رقم کی واپسی کے لیے کراچی کے "اعلیٰ ترین اسلامک اسکالرز" (یعنی علما) نے جناب مفتی فضل الرحمن صاحب، سربراہ جے۔ یو۔ آئی (ف) کے ذریعے بیت اللہ محسود تک رسائی حاصل کی اور وہ چونکہ ان علما کا احترام کرتا تھا اس لیے اس نے لوٹی ہوئی رقم سے 1.65 کروڑ روپے ان علما کو واپس کردیے۔ اس رپورٹ میں اگرچہ اخبار کے رپورٹر نے نہایت ہی اعلیٰ ترین اسلامک سکالرز / علما کے نام سیاسی مفاد کی بنا پر یا جان کے

ڈر سے خفا میں رکھے لیکن قاری پر اب یہ بات یقیناً ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یہ کس فرقہ اور گروہ کے علما ہیں جن کا طالبان پاکستان کی اعلیٰ ترین قیادت سے ہم مسلکی بنیاد پر رابطہ ہے اور ان کی سرپرستی میں متعدد بینک قائم ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ رابطہ دو رویہ ٹریفک کی طرح ہے۔ جب طالبان دہشت گردوں کا اول دن سے ہی ان قابلِ احترام شخصیات سے رابطہ تھا، جبھی تو انہوں نے بھی ان سے رابطہ رکھا۔ ان نہایت اعلیٰ مقام علمانے ان کو آخر کچھ نہ کچھ دیا اور ان کی مدد کی اور کرتے رہے، جبھی تو انہوں نے ان کا احسان مانا اور لوٹی ہوئی رقم سے ان کا حصہ واپس کیا۔ یہ کراچی کے وہ اعلیٰ ترین علما و اسکالرز ہیں جو ''مفتیِ اعظم پاکستان'' سے کم درجہ کا خطاب اپنے لیے پسند نہیں کرتے اور جن کے مدارس کی لائبریری میں تمام جنگجو اور دہشت گرد تنظیموں مثلاً لشکرِ جھنگوی، سپاہِ صحابہ، جیشِ محمدی، لشکرِ طیبہ وغیرہ کے نام کی باقاعدہ فائلیں محفوظ ہیں، جو چاہے، وہاں جاکر ان پر تحقیق کر سکتا ہے۔

اب اس قدر واضح اور ناقابلِ تردید ثبوت کے بعد کیا فرماتے ہیں ہمارے ''مفتیِ اعظم'' اور اہلِ سنت والجماعت کے مدارس کی تنظیم کے سربراہِ اعلیٰ؟ کیا اب بھی انہیں اس بات میں کوئی شک رہ گیا ہے کہ وفاق المدارس اور دیگر بدمذہبوں کے مدارس کی تنظیموں کا دہشت گردوں سے کسی قسم کا کوئی رابطہ یا تعلق نہیں ہے؟ کیا مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کی ایف آئی آر میں بیت اللہ محسود نامزد نہیں تھا؟ اے محترم ''مفتیِ اعظم''! خدا کے لیے آپ دوسروں کی سواری نہ بنیں، یہ اہلِ سنت کے عالم کی شایانِ شان نہیں۔

کہتا ہے زمانے سے یہ درویشِ جہاں مرد
جاتا ہے جدھر بندۂ حق، تُو بھی اُدھر جا
ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بنگاہِ قلندر سے گزر جا
میں کشتی و ملّاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اُتر جا
توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں مکر جانے کی جرأت تو مکر جا!
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مَرکَب نہیں، رَاکِب ہے قلندر

اب اگر وفاق المدارس کا کوئی عہدہ دار ''عذرِ گناہ'' کے طور پر میڈیا پر چیخ پکار کر رہا ہے کہ ہمارے مدارس دہشت گردی میں ملوث نہیں ہیں، طالبان میں سب بُرے نہیں ہوتے، ہم اپنے مدارس کی تلاشی کی اجازت نہیں دے سکتے، ہمارے مدارس پر فوج بمباری کر کے دینِ اسلام کی بے حرمتی کر رہی ہے وغیرہ وغیرہ، تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ فردِ جرم ثابت ہو جانے کے بعد مجرم کا یہ واویلا اپنی معصومیت ظاہر کرنے کا آخری حربہ ہے۔ لیکن حیرت و استعجاب اس امر پر ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا مفتیِ اعظم تنظیم المدارس کا رئیس المرام جب بلا تعینِ حدود و بلا قیود میڈیا پر یہ بیان جاری کرے کہ ''کوئی دینی ادارہ یا مدرسہ دہشت گردی میں ملوث نہیں ہے اور ہم کسی کو دینی مدارس کی تلاشی کی اجازت نہیں دیں گے۔'' تو یہ ایک نہایت قابلِ افسوس اور اہلِ سنت والجماعت کے لیے بالعموم اور تنظیم المدارس کے ارباب و بست و کشاد کے لیے بالخصوص ایک ناقابلِ فہم بیان ہے۔ لطف کی بات یہ

ہے کہ ہمارے رئیس المرام کے اس موقف سے خوش ہو کر خوارج زمانہ نے اپنے تمام دینی مدارس کے وفاق کا اُنہیں صدر منتخب کر دیا۔ ہمارے ''مفتی اعظم'' اب اہل سنت کے نمائندہ کے طور پر نہیں بلکہ خوارج زمانہ کی دینی مدارس کی تنظیم کے سربراہ کی حیثیت سے میڈیا میں بیان پر بیان داغ رہے ہیں کہ ''کوئی دینی مدرسہ دہشت گردی میں ملوث نہیں، ہم کسی دینی مدرسہ کے خلاف حکومتِ وقت کو ایکشن لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

اہلِ سنت کے عوام الناس ان کے اس موقف پر انگشت بدنداں ہو کر ان سے پوچھ رہے ہیں کہ حضرت مفتی اعظم اہل سنت یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے بیان داغنے سے پہلے اس پر غور فرمایا؟ تو مسکرا کر فرماتے ہیں:

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

گویا دوسرے الفاظ میں یہ پیغام دے رہے ہیں ''کل شیئ یرجمع الی اصلہ'' آپ لوگ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

اگر ہمارے ''مفتی اعظم'' صاحب یہ فرماتے کہ ''ہم اہلِ سنت والجماعت کے دینی اداروں کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ ہمارا کوئی دارالعلوم، مدرسہ یا ادارہ یا اُن کا کوئی فرد کوئی طالب علم، کوئی اہلکار کسی قسم کی ادنی سی ادنی دہشت گردی میں نہ کبھی ملوث رہا ہے نہ ہے اور ان شاء اللہ نہ آیندہ کسی ایسی حرکت میں ملوث ہو سکے گا، اس لیے کہ ہم علوم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم کے ساتھ عشقِ رسولِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل التقیٰ والنقیٰ والصفیٰ یعنی صوفیاے کرام سے محبت کا درس اور ان کے اخلاق عالیہ سے طلبا کے ظاہر و باطن کو مزین کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں اس لیے ہمارے علما، اساتذہ اور طلباء معاشرہ میں پیار و محبت اور بھائی چارگی کو عام کرنے اور فتنۂ وفساد، دہشت و بربریت سے نفور کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور اصلاحِ معاشرہ سے معاشرے میں ایک مفید شہری کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ وہابی دیوبندی مدارس سے دہشت گردی اور خودکش حملوں کی جو وارداتیں ہو رہی ہیں اس کے جوابدہ ہم نہیں ہیں ان کے علما اور مہتمم حضرات سے پوچھا جائے'' تو آپ کا یہ بیان بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی ہوتا۔ لیکن آپ نے دیابنہ، وہابیہ کے مدارس کی تنظیموں کے صدر کی حیثیت سے جو موقف اختیار کیا تو اس نے اہلِ سنت والجماعت کو نہ صرف سخت مایوس کیا بلکہ سراپا احتجاج بنا دیا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا، کیوں کہہ دیا اور کیسے کہہ دیا؟ اہل سنت والجماعت کی جانب سے یہ اختیار آپ کو کس نے دے دیا؟

تم بات کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!

''مفتی اعظم صاحب'' آپ نے کبھی غور فرمایا کہ آپ کے اس موقف سے اہلِ سنت نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

دہشت گردی اور اس کی سرپرستی کے حوالے سے خوارج کے مدارس کی تنظیموں، اداروں اور طلباء و اساتذہ کا کردار اس قدر مسلم الثبوت، دستاویز شدہ (ڈاکومنٹڈ) پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے صفحات اور فوٹیج میں محفوظ شدہ ہے کہ اب مجالِ انکار نہیں خود ان کے علماء کے اعترافات موجود ہیں کہ ان کے بعض مدارس اور تنظیمیں اس میں ملوث ہیں۔ پھر حال میں جنگ، ۲۵ جولائی ۲۰۰۹

میں شائع شدہ اعلامیہ خود علمائے دیابنہ وہابیہ کے اعترافِ جرم کی مستند دستاویز بن کر تاریخ کا حصہ بن چکا ہے ''مفتی اعظم صاحب'' آپ کے مذکورہ دھواں دار بیانات دہشت گردوں کے اصل سرپرستوں کے دامن و آستین، رخ و رخسار اور دست و جبیں سے مخلوقِ خدا بالخصوص شہدائے اہلِ سنت کے خونِ ناحق کے داغ دھبے نہیں دھو سکتے۔ ہاں ممکن ہے مخالفینِ اہلِ سنت کی نظر میں آپ کا قد کچھ بڑھ جائے یا آپ کو اپنی جان کی کوئی وقتی امان مل جائے۔ لیکن تمام دینی مدارس میں اہلِ سنت کے مدارس کو بھی شامل کر کے آپ نے اپنے ان مدارس اور ان کے طلبا و اساتذہ اور ان کے سرپرستوں کے کردار پر ایک سوالیہ نشان ضرور لگا دیا ہے اور اس دہشت گردی کے نذر ہونے والے شہدائے اہلِ سنت کی روحوں سے ہمیں شرمندہ کر دیا ہے۔ ان کی روحیں ہم سے سوال کر رہی ہیں تم نے اپنی ذاتی انا اور مفاد کی خاطر ہمارے خونِ ناحق کا کس قدر ارزاں سودا کر لیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اے فقیہہ شہر!

تم نے تو شہداء کے خون کا سودا اسی روز کر لیا تھا جب شہیدِ اہلِ سنت علامہ مفتی ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے چوتھے روز ان کے قاتلوں کے سرپرست خوارج زمانہ کے ایک گروہ کے سرغنوں کو تم نے دعوت دے کر ان کے مقتل کا معائنہ کرایا تھا ان کے معائنہ کرنے سے قبل ہی تم نے قتل گاہ کے در و دیوار سے شہید کے لہو کا نشان اس طرح سے مٹا دیا تھا کہ لہو کا سراغ نہ مل سکے تاکہ قاتلوں کے سرپرست شرمندہ نہ ہوں تم نے شہید کے مزار پر ان سے فاتحہ و ایصالِ ثواب بھی کروایا حالانکہ ان منافقین کا ایصالِ ثواب اور قراءۃ فاتحہ کیا؟ وہ تو مزار کی حاضری کو ''شدِ رحال'' کہہ کر مزارات پر فاتحہ پڑھنے کو شرک و بدعت بتاتے ہیں پھر تم نے اس قتل گاہ پر جہاں علامہ نعیمی شہادت سے سرفراز ہوئے قاتلانِ سرفراز کے سرپرستوں کو معانقہ و مصافحہ کی گرم جوشی کے ساتھ خوش آمدید کہتے ہوئے ان کا جو اعزاز و اکرام کیا اور انہوں نے اس کے انعام میں اسی دن تمہیں خوارج کی دینی مدارس کی تمام تنظیموں کا سربراہ بنانے کا اعلان کر دیا جس نے اہلِ سنت کو حیرت زدہ اور تمہیں خوش کر دیا۔

تمہارے اس عمل نے اہلِ سنت والجماعت کو افسردہ خاطر کر دیا۔ وہ انگشت بدنداں تھے کہ ہمارے ''فقیہ عصر'' اور ''قاضی شہر'' نے مزارات اولیا کو صنم کدہ کہنے والوں کے گھر کے چراغ سے ہماری مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کے چراغ کیوں جلائے حالانکہ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ (م۔۷۹۱ھ) نے آج سے تقریباً ساڑھے چھ سو سال قبل فقیہہ و قاضی شہر کو یہ نصیحت فرمائی:

وفا مجوی ز دشمن کہ پرتوی نہ دہد
چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت

(ترجمہ: دشمن سے وفا نہ تلاش کر، اس لیے کہ روشنی نہیں دیتی ہے جبکہ تو عبادت خانے کی شمع کو بت خانے کے چراغ سے روشن کرے)

مقتل و مزارِ شہید وفا پر قاتلانِ سرفراز کے سرپرستوں کی آمد و استقبال اور ان کے ہاتھوں ہمارے ''فقیہِ عصر'' اور ''قاضیِ شہر'' کے اعزاز و اکرام سے سرفراز ہونے کی خبر جب اخبارات میں شائع ہوئی تو دوسرے ہی دن وفاشعارانِ اہلِ سنت افتاں و خیزاں مقتل و

مزار سرفراز پر حاضر ہوئے جہاں انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ اب سرافراز شہادت کی قتل گاہ پر ان کے لہو کا کوئی سراغ باقی نہیں رہ گیا تھا، مذہبِ عشق کے ماننے والوں کے پاس ایک حمیت و غیرت ہی رہ گئی تھی سو ''فقیہ عصر'' نے منافقینِ عصر کے ہاتھوں اعزاز واکرام کے گجرے قبول کرکے اس کا بھی جنازہ اُٹھا دیا تھا۔ اربابِ وفا شعار نے شہیدِ محبت کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور اُن کے لہو کا سُراغ نہ ملنے پر دل گرفتہ ہو کر خون کے آنسو بہاتے ہوئے فیض کی زبان میں یوں نوحہ کناں ہوئے:

کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سُراغ
نہ دست و ناخنِ قاتل نہ آستیں پہ نشاں
نہ سرخیٔ لبِ خنجر نہ رنگِ نوکِ سناں
نہ خاک پر کوئی دھبّا نہ بام پر کوئی داغ
کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سُراغ
نہ صَرفِ خدمتِ شاہاں کہ خوں بہا دیتے
نہ دیں کی نذر کہ بیعانۂ جزا دیتے
نہ رزم گاہ میں برسا کہ معتبر ہوتا
کسی عَلَم پہ رقم ہو کے مشتہر ہوتا
کسی کو بہرِ سماعت نہ وقت تھا نہ دماغ
نہ مدعی، نہ شہادت، حساب پاک ہوا
یہ خونِ خاک نشیناں تھا، رزقِ خاک ہوا

وفا شعارانِ شہر افسردہ و دل گرفتہ ''قاضی شہر'' کی تلاش میں نکلے کہ ان کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کریں اور ان کا گریباں پکڑ کر سوال کریں کہ وہ اپنے جبّہ و دستار کا سودا کرلیتے تو یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا مگر وفا شعارانِ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی جماعت کی غیرتِ ایمانی کے سودا کرنے کا ان کو کیا حق تھا۔ لیکن ہوا یوں کہ ''شہر وفا'' کے غم گساروں کے غم میں دبلا ہونے کے بجائے وہ اپنی طبعِ نازک کے بہلاوے کو ''چاند ماری'' کے لیے نکل گئے اور میڈیا کے لیے یہ بیان جاری کرگئے:

اب احتیاط کی کوئی صورت نہیں رہی
قاتل سے رسم و راہ سوا کر چکے ہیں ہم
دیکھے ہے کون کون، ضرورت نہیں رہی
اپنے عمل سے سب کو خفا کر چکے ہیں ہم [1]

[1] [بتصرف روحِ فیض سے معذرت کے ساتھ]

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ علما و زعمائے اہلِ سنت والجماعت کو ہمت و جراءت اور صلاحیت عطا فرمائے کہ وہ ایسے نادان دوستوں کو پہچانیں اور اپنے اداروں اور تنظیموں کی سربراہی سے ان کو جلد از جلد علیحدہ کرکے اہلِ سنت کو انتشار و افتراق سے بچائیں اور باہم اتحاد و اتفاق کو مضبوط کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

چلتے چلتے ہم محترم حفیظ نیازی صاحب (مدیرِ اعلیٰ، ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ) کا ایک مخمس اپنے ''مفتیٔ اعظم'' اور تنظیم المدارس کے سربراہ کی نذر کرتے ہیں، شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے مری بات

پسند جس کو اپنی شریعت نہیں ہے
جسے میرے آقا سے اُلفت نہیں ہے
بزرگوں سے جس کو عقیدت نہیں ہے
جسے اعلیٰ حضرت سے نسبت نہیں ہے
وہ جو کچھ بھی ہے، اہلِ سنت نہیں ہے

تفسیر رضوی

سورۃ البقرۃ

معارفِ قرآن من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

تیسری مبرم حقیقی کہ علم الٰہی میں کسی شی پر معلق نہیں، اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔ بہارِ شریعت اول

نظیر اس کی احکام ظاہر یہ شرعیہ ہیں۔ وہ بھی تین طرح آتے ہیں۔ ایک معلق ظاہر التعلیق کہ حکم کے ساتھ ہی بیان فرمادیا کہ ہمیشہ کو نہیں ایک مدت خاص کے لیے ہے۔

کقولہ تعالیٰ: حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْیَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلاً (النسا:۱۵)

دوسرے وہ کہ علمِ الٰہی میں تو ان کے لیے ایک مدت ہے مگر بیان نہ فرمائی گئی، جب وہ مدت ختم کو ہوئی اور دوسرا حکم آتا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حکم اول بدل گیا حالانکہ ہرگز نہ بدلا۔ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ بلکہ اس کی مدت یہیں تک تھی گو ہمیں خبر نہ تھی۔ ولہٰذا ہمارے علما فرماتے ہیں۔ نسخ تبدیل حکم نہیں بلکہ بیان مدت کا نام ہے۔

تیسرے وہ کہ علمِ الٰہی میں ہمیشہ کے لیے ہیں۔ جیسے نماز کی فرضیت، زنا کی حرمت، یہ اصلاً صلاح نسخ نہیں۔ وہ قضائیں بھی بصورت امر ہوتی ہیں۔ مثلاً فلاں وقت فلاں کی روح قبض کرو، فلاں روز فلاں کو یہ دو، یہ چھین لو، نہ بصیغۂ خبر کہ خبرِ الٰہی میں تخلف محال بالذات ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا، لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ذیل الدعا ص ۱۲۹

(۱۸۷) اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ج فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ص وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ج وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِی الْمَسٰجِدِ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۷)۔ ☆

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا۔ وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس، اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿۳۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

بعدِ غروبِ شمس مشرق سے سیاہی اٹھتی اور اس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیط اسود جاتا رہتا ہے۔ (اس آیت ''وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص'' میں اس طرف اشارہ ہے۔ مرتب) یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقتِ مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمۂ عشا کا دھندلکا ہے کہ

موسم گرما میں تیزی نورِ شمس کے سبب بعدِ غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے، جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے تاریکی میں آ کر کچھ دیر سخت ظلمت ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے۔

زہرالربیٰ میں ہے:

فحمة العشاء هی اقبا ل اللیل و اول سواده. فحمة العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔

شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

هی اشد سوا د اللیل فی او له حتی اذا سکن فو ره قلت بظهور النجو م و بسط نورها و لان العین اذا نظرت الی الظلمة ابتداء لا تکا د تر ی شیئا.

وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہوتا ہے پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتدا میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (جدید ۵/۲۴۳۔۲۴۴)

جس طرح فعلِ حرام حرام یونہی وہ کام کرنا جس سے فعلِ حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے۔ لہٰذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اس کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۱۵۱)

طہارت بہ اجماعِ ائمۂ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ اس آیتِ کریمہ نے ہر جزوِ شب میں جماع و تلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغۂ امر ارشاد ہوا:

فَالْئٰنَ بَا شِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ.

(البقرۃ: ۱۸۷)

اور ظاہر ہے کہ ہر جزوِ اخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل اور وہ بھی اس۔ اُحِلَّ لَکُمْ۔ اور۔ بَا شِرُوْهُنَّ۔ کے امر میں داخل اور اسے بہ حالت جنابت صبح کرنا اور تمامی غسل روزے میں جب رہنا بداھۃً لازم تو قرآنِ عظیم اس کی حلت و دخول زیرِ امرِ ارشادی۔ پر حاکم اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثنا فرما دیتا، پھر صاحبِ شرع ﷺ نے عملاً اس کا بے خلل ہونا فرما دیا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۱۵)

۴۱۶۴۔ عن اُم المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها و عن ام المؤمنین ام سلمة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالتا: ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یدرکه الفجر وهو جنب من أهله ثم یغتسل ویصوم.

ام المومنین عائشہ صدیقہ، اور ام المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے۔ اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

﴿حواشی وحوالہ جات﴾

۴۱۶۴۔ الجامع الصحیح للبخاری،
باب الصائم یصبح جنبا، ۱/۲۵۸
الصحیح لمسلم، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر، الخ، ۱/۳۵۴
السنن لابی داؤد، باب من اصح جنبا فی شهر رمضان، ۲/۳۲۴
السنن الکبری للبیهقی، ۴/۲۱۴
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۹۹
التفسیر للقرطبی، ۲/۳۲۶
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۶/۳۰۸
مشکل الآثار للطحاوی، ۱/۲۲۹
☆ کنز العمال للمتقی، ۱۸۰۷۵، ۷/۸۴

﴿جاری ہے......﴾

معارفِ حدیث
من افاضات امام احمد رضا

۱۱۔ شعب ایمان

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

(۴) حیا ایمان کا حصہ ہے

۲۰۵۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: أَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَۃً، وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کے ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۲۰۶۔ عن أبی أمامۃ الباھلی رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْبَذَاءُ مِنَ النِّفَاقِ۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا ایمان کا حصہ ہے اور فحش کلامی نفاق کی علامت۔ فتاویٰ رضویہ ۳/۲۱۱

۱۲۔ صفات مومن

(۱) صفتِ مومن

۲۰۷۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: اِذَا رَأَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں حاضر رہنے کا عادی دیکھو تو اسکے ایمان کے گواہ ہو جاؤ۔ الزلال الانقی ۱۵۲

۲۰۸۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: کَرَمُ الْمَرْءِ دِیْنُہٗ وَمُرُوَّتُہٗ عَقْلُہٗ وَحَسَبُہٗ خُلُقُہٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا حسب اسکا خلق۔ الزلال الانقی ۱۶۱

(۲) فضیلتِ مومن

۲۰۹۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: ان اللّٰہ تعالیٰ یقول: عَبْدِی الْمُؤْمِنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ بَعْضِ مَلاَئِکَتِی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا مسلمان بندہ مجھے میرے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ۹/۷۱

(۳) لعن طعن کرنے والا مومن کامل نہیں

۲۱۰۔ عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال: رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا اللِّعَانِ وَلَا الْفَحَّاشِ وَلَا الْبَذِیْ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص مؤمنِ کامل نہیں جو طعنہ زنی کرے، بہت لعنت کرے، بیہودگی سے پیش آئے اور بکواس کرے۔ فتاویٰ رضویہ ۳/۴۸۶

(۴) مدحِ مؤمن و مذمتِ فاجر

۲۱۱۔ عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم طاف یوم الفتح

علىٰ راحلته يستلم الأركان بمحجنه فلما خرج لم يجد مناخاً فنزل علىٰ أيدى الرجال ثم قام فخطبهم فحمد الله و أثنى عليه وقال: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عَبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَكَبُّرَهَا، أَيُّهَا النَّاسُ! رَجُلَانِ بَرٌّتَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ، ثُمَّ تَلاَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى، ثُمَّ قَالَ: اَقُوْلُ قَوْلِى هٰذَا! وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِىْ وَلَكُمْ۔

حضرت عمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا ارکانِ کعبہ کا بوسہ اپنے عصائے مبارک سے لیتے تھے تو جب باہر تشریف لائے تو سواری کو ٹھہرانے کو جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اتر گئے پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: اللہ کے لیے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ اور اس کا غرور دور کیا۔ اے لوگو! لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں۔ ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت والا دوسرا بدکار، بد بخت اللہ کی بارگاہ میں ذلیل۔ پھر یہ آیت پڑھی یا ایها الناس الخ، اے لوگو! ہم نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا۔ پھر فرمایا: میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ الزلال الأنقى

حوالہ جات

۲۰۵۔ الجامع الصحيح للبخارى، الايمان، ۱/ ۲
☆ فتح البارى للعسقلانى، ۱/ ۵۱
۲۰۶۔ المستدرك للحاكم، ۱/ ۵۲
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۹/۱ ۵۰
المعجم الكبير للطبرانى، ۱۸/ ۱۷۸
☆ فتح البارى للعسقلانى، ۱۰/ ۳۳۸
الجامع الصغير للسيوطى ۱/ ۲۳۴
☆ الترغيب و الترهيب للمنذرى، ۳/ ۳۹۸
مشكل الآثار للطحاوى، ۴/ ۲۳۸
☆ التمهيد لابن عبد البر، ۹/ ۲۳۶
شرح السنة للبغوى، ۱۳/ ۱۷۲
☆ المصنف لابن ابى شيبة، ۸/ ۳۳۴
۲۰۷۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/ ۶۸
☆ السنن لا بن ماجة، لزوم المساجد، ۱/ ۵۸
المستدرك للحاكم، ۱/ ۲۱۲
☆ السنن الكبرى للبيهقى، ۳/ ۶۶
حلية الاولياء لابى نعيم، ۸/ ۳۲۷
☆ الدر المنثور للسيوطى، ۳/ ۲۱۶
اتحاف السادة للزبيدى، ۳/ ۳۰
☆ كشف الخفا للعجلونى، ۱/ ۹۳
كنز العمال للمتقى، ۲۰۳۸۷، ۲/ ۲۵۱
☆ موارد الظمنان للهيثمى، ۳۱۰
۲۰۸۔ المستدرك للحاكم، ۱/ ۱۲۳
☆ الدر المنثور للسيوطى ۲/ ۷۴
كشف الخفاء للعجلونى، ۱/ ۱۶۱
☆ العلل المتناهية لابن الجوزى، ۲/ ۱۲۱
۲۰۹۔ اتحاف السادة للزبيدى، ۴/ ۱۹۲
۲۱۰۔ المستدرك للحاكم، الايمان، ۱/ ۱۲
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۱/ ۴۰۵
الجامع الصغير للسيوطى، ۲/ ۴۶۵
۲۱۱۔ شرح السنة للبغوى، ۱۳/ ۱۲۳
☆ اتحاف السادة للزبيدى، ۸/ ۴۱۹
الدر المنثور للسيوطى، ۶/ ۹۸
☆ الكشاف للزمخشرى، ۱۵۸

جاری ہے......

سرگذشتہ پیوستہ

رسالہ: انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ

(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابنِ جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیاے عظام کا عظیم الشان واقعہ بہ سندِ مسلسل روایت کیا کہ وہ تین بھائی سوارانِ دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے،

فاسرہ الروم مرّۃ قال لھم الملک انی اجعل فیکم الملک وازوّجکم بناتی وتدخلون فی النصرانیّۃ فابَوْا وقالوا یا مُحَمَّدَاہُ۔ [۱۲]

یعنی ایک بار نصاریٰ روم انھیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمھیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمھیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ۔ انھوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا، تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعتِ ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے انھوں نے حال پوچھا، فرمایا:

ماکانت الا الغطسۃ التی رأیت حتی خرجنا فی الفردوس.

بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنّتِ اعلیٰ میں تھے۔

امام فرماتے ہیں:

کانا مشھورین بذلک معروفین بالشام فی الزمن الاول.

یہ حضرات زمانۂ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف۔

پھر فرمایا: شعرا نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے، از اں جملہ یہ بیت ہے:

سیعطی الصادقین بفضل صدقٍ نجاۃ فی الحیٰوۃِ وفی الممات. [۱۳]

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو اُن کے سچ کی برکت سے حیات وموت میں نجات بخشے گا۔

یہ واقعہ عجیب نفیس وروح پرور ہے۔ میں بہ خیالِ تطویل اسے مختصر کر گیا۔ تمام وکمال امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے من شاء فلیرجع الیہ (جو تفصیل چاہتا ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ ت) یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں ''یارسول اللہ'' کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی مغفرت وشہادت کیسی اور جنت الفردوس میں جگہ پائی کیا معنیٰ، اور ان کی شادی میں فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟ اور ان ائمۂ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت وولایت کس وجہ سے مسلّم رکھی اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلفِ صالح میں تھے کہ واقعہ شہر طرطوس کی آبادی سے پہلے کا ہے کماذکرہ فی الرّوایۃ نفسھا (جیسا کہ خود روایت میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور طرطوس ایک ثغر ہے یعنی دارالاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا کما ذکرہ الامام السیوطی [۱۴] فی تاریخ الخلفاء (جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

ہارون رشید کا زمانہ زمانۂ تابع تابعین تھا تو یہ تینوں شہداے کرام اگر تابعی نہ تھے لا اقل تبع تابعین سے تھے واللہ الھادی (اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربةٍ کشفت عنه ومن نادی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی اللّٰه عزوجل فی حاجة قضیت له ومن صلی رکعتین یقرؤ فی کل رکعةٍ بعد الفاتحة سورة الاخلاص اِحدٰی عشرة مرَّةً ثم یصلی علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم بعد السلام ویسلم علیه ویذکر فی ثم یخطوا الی جهة العراق احدٰی عشرة خطوة یذکرها اسمی ویذکر حاجته فانها تقضی باذن اللّٰه۔ [۱۵]

یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دُور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔ اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو اللہ کے اذن سے۔

اکابر علمائے کرام واولیائے عظام مثل امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی وامام عبداللہ بن اسد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی صاحبِ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مولانا ابوالمعالی محمد سلمٰی قادری وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اپنی تصانیفِ جلیلہ بہجۃ الاسرار وخلاصۃ المفاخر ونزہۃ الخاطر وتحفۂ قادریہ وزبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل وروایت فرماتے ہیں۔

یہ امام ابوالحسن نورالدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظمِ علما وائمۂ قراءت واکابر اولیا وساداتِ طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں امامِ اجل حضرت ابو صالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نوراللہ مرقدہٗ سے اُنھوں نے اپنے والد ماجد حضور پُرنور سید السادات غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں:

یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف ومشہور اور ان کے احوال[ـہ] شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور۔ [۱۶]

امام شمس الدین ذہبی کہ علمِ حدیث واسماء الرجال میں جن کی جلالتِ شان عالم آشکار اس جناب کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔

امام محدث محمد بن محمد بن محمد بن الجزری مصنفِ حصنِ حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں اُنھوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند واجازت حاصل کی۔ [۱۷]

﴿حوالہ جات﴾

[۱۲] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیارۃ القبور وعلم الموتی الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص۹۔

[۱۳] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیادۃ القبور وعلم الموتی الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص۹۰۔

[۱۴] شرح الصدور باب زیادۃ القبور مصطفیٰ البابی مصر ص۸۹۔

[۱۵] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراہم مصطفیٰ البابی مصر ص۱۰۲۔
زبدۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ ومریدیہ ومحبیہ بکسلنگ کمپنی بمبئ ص۱۰۱۔

[ـہ] امام جلال الدین سیوطی نے ان جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی امام یکتا بےنظیر ۱۲ منہ۔

[۱۶] زبدۃ الآثار بکسلنگ کمپنی بمبئ ص۲۔

[۱۷] زبدۃ الآثار بکسلنگ کمپنی، بمبئ ص۲۔

﴿جاری ہے......﴾

العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین و ملت الشاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن نے رسالہ "العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار" [۱۳۱۲ھ] (افطار کی دعا کے وقت کے بیان میں عطر آلود دولہا) میں افطار کے وقت اور اُس کی دُعاؤں کا مفصل بیان کیا ہے۔ اس رسالے کی عربی عبارات کا ترجمہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب (لاہور) نے کیا ہے جب کہ مولانا نذیر احمد سعیدی صاحب نے اس کی تخریج کی ہے۔ ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے یہ رسالہ "معارفِ رضا" کے قارئین کے لیے رضا اکیڈمی، بمبئی کے شکریے کے ساتھ شایع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

مسئلہ از بنارس محلہ پتر کنڈہ، مرسلہ مولوی محمد عبد المجید صاحب چشتی فریدی پانی پتی۔ ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

ہمارے علمار حمہم الغفار وابقاہم الیٰ یوم القرار، اس میں کیا فرماتے ہیں کہ دعاے افطارِ روزہ اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت کو بعض علما تو فرماتے ہیں کہ قبلِ افطار کہے، چناچہ رسالہ تنبیہ الانام فی آداب الصیام میں ہے: اور قبلِ افطار کے یہ پڑھنا اللھم لك صمت الخ سنت ہے[1] انتہی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وقتِ افطار کہے۔ چنانچہ رسالہ مفتاح الجنۃ مؤلفہ مولانا مولوی کرامت علی جونپوری مرحوم میں ہے: اور افطار کے وقت سنّت ہے کہ کہے اللھم لك صمت[2] الخ انتہی۔ اور کتاب جواہر الاحکام تصنیف مولوی عبد اللہ معروف بہ مستان شاہ میسوری میں نقلاً عن الکفایہ ہے۔ مثلاً سنت وہی ہے کہ وقتِ افطار یہ دُعا کہے اللھم لك صمت[3] الخ انتہیٰ۔ اور رسالہ خیر الکلام فی مسائل الصیام مؤلفہ جناب مولوی محمد عبد الحلیم مرحوم لکھنوی میں ہے:

وقت افطار سنت آنست کہ بگوید اللھم لك صمت[4] الخ انتہی۔

افطار کے وقت سنت یہ ہے کہ دُعا مانگے: اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا۔ الخ (ت)

اور نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ مؤلفہ مولوی وحید الزمان میں ہے: اور جس وقت افطار کرے، کہے اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت یعنی اے اللہ! تیرے ہی واسطے میں نے روزہ رکھا تھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کرتا ہوں،

1۔ تنبیہ الانام فی آداب الصیام۔

2۔ رسالہ مفتاح الجنۃ، مولوی کرامت علی۔

3۔ جواہر الاحکام، مولوی عبد اللہ۔

4۔ رسالہ خیر الکلام فی مسائل الصیام، مولوی عبد الحلیم۔

روایت کیا اس کو ابوداؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آں حضرت ﷺ [5] انتہی۔ اور رسالہ ارکان اربعہ مؤلفہ مولانا و مقتدانا جناب مولوی عبد العلی میں کے رسالہ صوم میں ہے:

وینبغی ان یقول عند الافطار اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت لما عن معاذ بن زھرۃ قال بلغنی ان رسول اللّٰہ کان اذا افطر قال اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت، رواہ ابوداؤد انتھی۔ [6]

افطار کے وقت یہ کہنا چاہیے اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، کیوں کہ حضرت معاذ بن زھرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار فرماتے تو کہتے اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، اسے ابوداؤد نے روایت کیا انتہی۔ (ت)

اور رسالہ تعلیم الصیام میں ہے: معاذ بن زہرہ نے کہا حضرت (ﷺ) افطار کے وقت یوں کہتے تھے:

اللھم لك صمت وعلٰی رزقك افطرت، رواہ ابوداؤد مرسلا [7] انتھی۔

اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔ اسے ابوداؤد نے مرسلاً روایت کیا۔ (ت)

اور شیخ عبد الحق قدس سرہٗ کی مدارج النبوۃ میں ہے:

و در وقت افطار فرمودے اللھم بك صمت [8] الخ انتھی۔

حضور اکرم ﷺ افطار کے وقت فرماتے، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ انتہی۔ (ت)

اور اُنھیں کی اشعۃ اللمعات میں حدیث معاذ بن زہرہ کے ترجمے میں ہے:

بود آں حضرت چوں افطار میں کردمی گفت اللھم لك صمت خداوندا برائے رضائے تو روزہ داشتہ ام وعلی رزقک افطرت و بر روزی تو کہ رسانید می کشادم روزہ را [9] انتہے۔

حضور ﷺ جب افطار کرتے، فرماتے اللھم لك صمت اے اللہ! میں نے تیری رضا کے لیے روزہ رکھا وعلی رزقک افطرت اور تیرے عطا کردہ رزق پر روزہ افطار کیا انتہی۔ (ت)

اور بعض کہتے ہیں کہ اس دُعا کو بعد افطار کہے۔ چنانچہ مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ مؤلفہ جناب مولوی قطب الدین مرحوم دہلوی میں ہے: ابن ملک نے کہا ہے کہ حضرت (ﷺ) ان کلمات (یعنی اللھم لك صمت الخ) کو بعد افطار کہتے

5۔ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ، مولوی وحید الزمان۔

6۔ رسالہ ارکان اربعہ، بیان انہ لیستحب الافطار بالتمر، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ۔ ص: ۲۱۵۔

7۔ رسالہ تعلیم الصیام۔

8۔ مدارج النبوۃ، باب دہم در انواع عبادات، نوع چہارم در صوم، نوریہ رضویہ سکھر، ۱/ ۴۲۹۔

9۔ اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، فصل ثالث، نوریہ رضویہ سکھر، ۲/ ۸۴۔

تھے انتہے۔ تو ان قولوں میں صحیح قول کون سا ہے؟ اور نیز اس میں کہ وقتِ افطار سے مراد قبل از افطار ہے اور پہلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے یا بعدِ افطار اور پچھلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے اور نیز اس میں کہ لفظ افطرت کا ترجمہ ''افطار کرتا ہوں میں'' جیسا کہ مؤلف نور الہدایہ ترجمہ اردو شرحِ وقایہ نے کیا ہے، صحیح ہے یا ''افطار کیا میں نے'' جیسا کہ شیخ قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں کیا ہے، صحیح ہے؟ اور نیز اس میں کہ بر تقدیرِ صحتِ ترجمۂ ثانی کے، اِس دُعا کا بعد افطار ہونا ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ حدیث کے لفظ اذا افطر قال اللھم لك صمت الخ (جب افطار کرتے تو فرماتے، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ۔ت) میں اذا حرفِ شرط ہے، افطر جملہ فعلیہ شرط ہے، قال اپنے فاعل ضمیر مستتر اور اللھم لک الخ مقولہ کے ساتھ جزا ہے۔ اور عمرو کہتا ہے اذا حرفِ شرط، افطر شرط، اور فقط قال جزا۔ بس یہ کلام تو تمام ہو چکا اب اللھم لک صمت برأسہ اور نیز ایک دوسرا کلام ہے، قال سے اس کو کچھ تعلق نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے؟ اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ اللھم لك صمت الخ دعا ہے اور عمرو کہتا ہے، نہیں، کیوں کہ دعا تو وہ کلام ہوتا ہے جو کہ متضمن مضمون طلب ہو، اور یہ ایسا نہیں تو دُعا بھی نہیں، تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے؟ اور نیز اس میں کہ لفظ عند ظرف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ظرف زمان بمعنی وقت ہے یا ظرف مکان بمعنی نزدیک اور پاس کے؟ اور نیز اس میں کہ مولانا بحر العلوم مرحوم کے قول وینبغی ان یقول عند الافطار کا ترجمہ ''اور لائق ہے یہ کہ کہے وقت افطار کے'' کرنا چاہیے یا ''اور لائق ہے یہ کہ کہے نزدیک افطار کے'' کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دُعا روزہ افطار کرکے پڑھے۔ اولاً حدیث مذکور ابی داؤد کہ ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں یُوں روایت کی:

عن معاذ بن زھرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا افطر قال الحمد للہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت[10]۔

حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار فرماتے تو یہ پڑھتے: سب حمد اللہ کی جس نے میری مدد فرمائی کہ میں نے روزہ رکھا اور مجھے رزق عطا فرمایا کہ میں نے افطار کیا۔(ت)

اور نیز ابن السنی نے کتاب مذکور اور طبرانی نے معجم کبیر اور دار قطنی نے سنن میں موصولاً یوں تخریج کی:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان رسول اللہ ﷺ اذا افطر قال اللّٰھم لک صمنا وعلٰی رزقک افطرنا

---

(10) ۔ شعب الایمان، باب فی الصیام، حدیث ۳۹۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۳/ ۴۰۶۔

کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول اذا افطر، حدیث ۴۷۹، معارفِ نعمانیہ حیدرآباد، دکن، ص:۱۲۸۔

فتقبل منا انک انت السّمیع العلیم [11]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے: اے اللہ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، ہماری طرف سے قبول فرما، تُو سننے اور جاننے والا ہے۔(ت)

ونیز حدیثِ ابی داؤد و نسائی و دار قطنی وحاکم وغیرہم:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان النبی ﷺ اذا افطر قال ذھب الظمأ وابتلت العروق ویثبت الاجر ان شاء اللہ تعالٰی [12]۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ افطار کرتے تو فرماتے: پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ تعالٰی نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔(ت)

ان سب کا مفاد صریح یہی ہے افطر شرط اور قال کذا اس کی جزا، مجرد قول کہ مقولے سے معرا کر لیا جائے، صلاحیتِ وقوع ہی نہیں رکھتا۔ ترتّب کہ لازم جزائیت ہے کہاں سے آئے گا، اللھم کو کلامِ مستانف قرار دینا ایک ایسی بات ہے کہ شرحِ مائۃ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا، اور جزا شرط سے مقدم نہیں ہوتی بل یعقبہ و یترتب علیہ کما لا یخفی علٰی کل من لہ ادنی مسکۃ (بلکہ جزا شرط سے مؤخر اور اس پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو اس فن کے ساتھ تھوڑا سا بھی تعلق رکھتا ہے۔ت) اور مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں کہ عین وقت افطار بالاکل والشرب یعنی جس وقت کوئی مطعوم حلق سے اتارا جائے عادۃً خاص اُس حالت میں قرأت نا متیسر، لاجرم تعقیب مراد، وھو المقصود۔ ہاں افطار بالجماع میں اقتران حقیقی مقصود مگر وہ یہاں قطعاً مراد نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) یہیں سے واضح ہوا کہ قولِ ثانی وثالث کا مآل ایک ہی ہے اور نکتہ تعبیر اشعار بعدیت متصلہ ہے کہ لفظ بعد بعدیتِ منفصلہ کو بھی شامل اور وہ خلافِ مقصود ہے، لہٰذا بلفظ ''وقت'' تعبیر کہ نافی انفصال ہو، ہنگامِ استحالۂ مقارنہ اگرچہ معاقبہ تقدم و تاخر دونوں کو متناول، مگر حالتِ مجازات مانع تقدم ہے، ولہٰذا جہاں خارج سے تقدم معلوم، شرط میں تاویل ارادہ وغیرہ، معمول۔

کما فی قولہ عزوجل اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وفی حدیث کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل الخلاء قال اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث، رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ. اما ھھنا فحمل ''افطر'' علی الارادۃ، عدول عن الحقیقۃ من دون حاجۃ تحمل علیہ ولا صارف یدعوا الیہ فلا یفعل ولا یقبل۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کے مبارک ارشاد میں ہے جب تم نماز کا ارادہ کرو تو چہرے کو دھولو۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث

11۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول اذا افطر، حدیث ۴۸۰، معارفِ نعمانیہ حیدر آباد، دکن، ص:۱۲۸۔
سنن الدار قطنی، باب القبلۃ للصائم، حدیث ۲۱، نشر السنۃ، ملتان، ۲ / ۱۸۵۔
12۔ سنن ابی داؤد، باب القول عند الافطار، آفتاب عالم پریس، لاہور، ۱/ ۳۲۱۔

میں ہے: جب کوئی بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کہے، اے اللہ! میں ناپاک و خبیث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستّہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن مذکورہ صورت میں لفظ افطر کو ارادۂ افطار پر محمول کرنا بے ضرورت حقیقت سے اعراض ہے اور یہاں کوئی مجاز پر قرینہ بھی نہیں، لہٰذا ایسا نہ کیا جائے اور نہ اسے قبول کیا جائے۔ (ت)

ثانیاً ان ادعیہ میں افطرت (میں نے افطار کیا)، افطرنا (ہم نے افطار کیا)، ذھب الظمأ (پیاس چلی گئی) ابتلت العروق (رگیں تر ہوگئیں) سب صیغے ماضی ہیں اور افطار باللفظ متصوّر نہیں کہ مثل عقود انشا مقصود ہو، لاجرم اخبار متعین، تو تقدیم علی الافطار میں یہ سب بھی ارتکابِ تجوز کے محتاج ہوں گے کہ خلافِ اصل ہے۔ والنصوص یجب حملھا علی ظواھرھا مالم تمس حاجۃ واین حاجۃ (جب تک کوئی مجبوری نہ ہو نصوص کو ظاہر ہی پر محمول کرنا چاہیے اور یہاں کوئی ضرورت و مجبوری نہیں۔ ت) یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ترجمۂ حضرت شیخ محقق نور اللہ مرقدہ الشریف ہی صحیح ہے اور "افطار کرتا ہوں" بلاوجہ حقیقت سے عدول۔ طرفہ یہ کہ اب بھی حاجتِ تجوز باقی۔

لما قدمنا من امتناع المقارنۃ فلابد من تاویل الحال بالاستقبال وبالارادۃ۔

کیوں کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ یہاں مقارنت واتصالی ممتنع ہے لہٰذا حال کو بمعنی استقبال اور افطار بمعنی ارادۂ افطار کیا جائے گا۔ (ت)

ثالثاً مرسل ابن السنی و بیہقی میں لفظ الحمد للہ اور مؤید تاخیر کہ حمد بعد اکل معہود ہے جس طرح قبلِ اکل تسمیہ۔

رابعاً یہ تو ظاہر ہے اور شاید مدعیِ تقدیم کو بھی مسلّم ہو کہ یہ دُعائیں دن میں پڑھ لینے کی نہیں کہ ہنوز وقتِ افطار بھی نہ آیا، اب اگر عمرو بعد غروبِ شمس یہ دعائیں پڑھ کر افطار کرے اور زید بعد غروب فوراً افطار کر کے پڑھے تو دیکھنا چاہیے کہ اس میں کس کا فعل اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے، حدیث شاہد عادل ہے کہ فعلِ زید زیادہ پسندِ حضرت جل وعلا ہے کہ ربّ العزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

ان احبّ عبادی الیّ اعجلھم فطرا[13]، رواہ الامام احمد والترمذی و حسنہ وابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ربہ تعالیٰ وتقدس۔

مجھے اپنے بندوں میں وہ زیادہ پیارا ہے جو اُن میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے (اسے امام احمد اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابنِ خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ذکر کیا، یعنی یہ حدیثِ قدسی ہے۔ ت)

شک نہیں کہ صورتِ مذکورہ میں زید کا افطار جلد تر ہوا تو یہی طریقہ زیادہ پسند و مرضیِ ربِّ اکبر ہوا جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ۔ یہ

13۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی تعجیل الافطار، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ۱/ ۸۸۔

دوسرا مؤید ہے اس کا کہ وقت الافطار و بعد الافطار کا مآل واحد ہے کہ جب افطار غروبِ شمس کے بعد جلد ہو تو احب و افضل، اور مقارنت افطار و دعا، نامتیسر اور پیش از غروب، وقتِ افطار معدوم، تو وہی صورت بعدیت متصلہ ہی مقصود و مفہوم۔

خامسًا فعل اقدس حضور پُر نور سید المرسلین ﷺ بتانے والے بھی اسی کا انکار کرتے ہیں، عادتِ کریمہ تھی کہ قریبِ غروب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جاکر آفتاب کو دیکھتا رہے، وہ نظر کرتا ہوتا اور حضورِ اقدس ﷺ اس کی خبر کے منتظر ہوتے۔ اُدھر اُس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا، اِدھر حضورِ والا ﷺ نے خُرما وغیرہ تناول فرمایا۔

الحاکم و صححہ عن سھل بن سعد و الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھما و ھذا حدیث سھل قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کان صائما امر رجلا او فی علی نشز فاذا قال غابت الشمس افطر [14] و لفظ حدیث ابی الدرداء امر رجلا یقوم علٰی نشز من الارض فاذا قال قد وجبت الشمس افطر [15]، و فی کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ للامام العارف سیّدی عبد الوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی، کانت عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا تقول رأیت رسول اللہ ﷺ وھو صائم یترصد غروب الشمس بتمرۃ فلما توارت القاھا فی فیہ [16]۔

حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کرکے صحیح کہا اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیثِ سہل کے الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ جب روزہ دار ہوتے تو کسی شخص کو بلند جگہ پر جاکر چاند دیکھنے کا حکم فرماتے، جب وہ کہتا سورج ڈوب گیا ہے تو پھر افطار فرماتے۔ حدیث ابوالدرداء کے الفاظ یہ ہیں: کسی شخص کو حکم دیتے زمین کے اونچے مقام پر کھڑے ہوکر سُورج دیکھو، جب وہ کہتا سورج ڈوب گیا ہے تو آپ افطار فرماتے۔ کشف الغمہ عن جمیع الامہ للامام عارف سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الرّبانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان یوں منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں دیکھا۔ آپ کھجور پکڑے سورج کے غروب ہونے کا انتظار فرمارہے ہیں، جیسے ہی وُہ ڈوبا آپ نے کھجور منہ میں ڈال لی۔ (ت)

یہ تینوں حدیثیں بھی اُس تقدیم افطار کا پتا دیتی ہیں کہ اخبار و افطار میں اصلاً فصل نہ تھا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) لاجرم تصریح فرمائی کہ یہ دُعا افطار کے بعد واقع ہوئی۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیثِ مذکور ابی داؤد فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان اذا افطر قال ای دعا و قال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار [17] الخ۔

14۔ المستدرک للحاکم، کتاب الصوم، دارالفکر، بیروت، ۱/ ۴۳۴۔

15۔ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کبیر، دارالکتاب العربی، بیروت، ۳/ ۱۵۵۔

16۔ کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ، کتاب الصوم، دارالفکر، بیروت، ۱/ ۲۵۵۔

17۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، کتاب الصوم، مکتبۂ امدادیہ، ملتان، ۴/ ۲۵۸۔

رسالت مآب ﷺ جب افطار فرماتے تو کہتے یعنی دُعا فرماتے، ابن الملک نے کہا کہ آپ افطار کے بعد یہ کلمات پڑھتے۔الخ (ت)

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللّٰھم لك صمت الخ دعا ہے، دُعا کے معنی پکارنا، اور اللّٰھم سے بہتر کون سا پکارنا ہوگا، بل کہ اسی مرقاۃ میں تصریح فرمائی کہ کل ذکر دعا و کل دعا ذکر[18] (ہر ذکر دعا ہے اور ہر دُعا ذکر ہے۔ت)۔ صحیح بخاری شریف میں باب وضع کیا، باب الدعا بعد الصلاۃ (نماز کے بعد دُعا کے بارے میں باب) اور اسی میں حدیث لائے:

تسبحون فی دبر کل صلوۃ عشرا وتحمدون عشرا وتکبرون عشرا[19]۔

تم ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ اور دس دفعہ الحمدللہ اور دس دفعہ اللہ اکبر کہو۔(ت)

یونہی باب الدعا اذا ھبط وادیا (یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب کسی وادی میں اُترے تو دُعا کرے۔ت) میں حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا:

قال کنا اذا صعدنا کبرنا واذا نزلنا سبحنا[20]۔

جب ہم اُوپر چڑھتے تو اللہ اکبر اور جب نیچے اُترتے تو سبحان اللہ کہتے۔(ت)

یوں ہی باب الدعا اذا اراد سفرا اور جع (یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرے یا سفر سے لَوٹے تو دعا کرے۔ت) میں حدیث یکبر علی کل شرف[21] الخ (آپ ہر بلندی پر تکبیر کہتے۔ت) لائے بلکہ خود حضور اقدس ﷺ نے احادیثِ کثیرہ میں ذکر کو دُعا فرمایا، صحیحین میں ہے:

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا مع النبی ﷺ فی سفر فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی ﷺ ایھا الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا ولکن تدعون سمیعا بصیرا[22]۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے ہم حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، جب ہم بلند جگہ پر چڑھتے تو تکبیر کہتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اپنے آپ پر نرمی کرو کیوں کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے، تم تو سننے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔(ت)

جامع ترمذی میں ہے:

18۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، المکتبۃ الحمیدیہ، کوئٹہ، ۵/ ۱۳۵۔

19۔ صحیح بخاری، الدعا بعد الصلوٰۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۹۳۷۔

20۔ صحیح بخاری، باب التسبیح اذا ھبط وادیا، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۴۲۰۔

21۔ صحیح بخاری، باب الدعا اذا اراد سفراً، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۹۴۴۔

22۔ صحیح بخاری، باب الدعاء اذا علا عقبۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۹۴۴۔

عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنہما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر قال الترمذی حدیث حسن غریب[23] قال المناوی خیر ماقلت ای مادعوت[24]۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سب سے بہتر دُعا یومِ عرفہ کی دُعا ہے اور سب سے بہتر یہ دُعا ہے جو مَیں نے اور مجھ سے پہلے انبیا نے مانگی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک و حمد اسی کے لیے ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، مناوی نے "خیر ما قلت" کا ترجمہ "جو میں نے دعا کی" کیا ہے۔(ت)

ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ حبان، حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی:

قال رسول اللہ ﷺ افضل الذکر لا الہ الا اللّٰہ وافضل الدعاء الحمد للّٰہ[25]۔ حسنہ الترمذی وصححہ الحاکم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔ ترمذی نے اسے حسن کہا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔(ت)

معہذا کنایہ تصریح سے ابلغ ہے اللّٰھم لک صمت (اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا۔ت) کہنے والا اخلاص عبادت لوجہ للہ عرض کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اللّٰہ لایضیع اجر المحسنین[26]۔ اللہ تعالیٰ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(ت)

اور فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی بہ[27]۔ (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔ت)

پھر علی رزقک افطرت (تیرے رزق پر میں نے افطار کیا۔ت) کہہ کر شکرِ نعمت بجالاتا ہے اور ربّ جل وعلا فرماتا ہے:

ولئن شکرتم لازیدنکم[28] (اگر تم شکر کرو تو میں تمہارے لیے اضافہ کروں گا۔ت)

23۔ جامع الترمذی، باب فی فضل لاحول ولا قوۃ، امین کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ۲/ ۱۹۸۔

24۔ التیسیر شرح جامع صغیر، تحت حدیث خیر الدعاء، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض، ۱/ ۵۲۵۔

25۔ جامع ترمذی، باب ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ۲/ ۱۷۴۔

26۔ القرآن: ۹/ ۱۲۰۔

27۔ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، الفصل الاول، مجتبائی دہلی، ص: ۱۷۳۔

28۔ القرآن: ۱۴/ ۷۔

اگر دو شخص بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوں، ایک عرض کرے اے بادشاہ! مجھے یہ دے دے۔ دوسرا عرض کرے، اے بادشاہ! میں تیرا فرمان سر آنکھوں سے بجالاتا ہوں اور تیرا ہی دیا کھاتا ہوں، انصاف کیجیے۔ حُسنِ طلب کس کا حصہ ہے۔

االذکر حاجتی ام قد کفانی	حیاؤک ان شیمتک الحیاء
اذا اثنی علیک المرء یوما	کفاہ من توضک الثناء
کریما لایغیرہ صباح	عن الخلق الکریم ولامساء

(کیا میں اپنی حاجت ذکر کروں یا آپ کی حیاہی میرے لیے کافی ہے، جو آپ کا زیور ہے۔ جب کسی دن کسی نے آپ کی تعریف کی تو آپ کی ثنا کا روشن ہونا ہی اس کے لیے کافی تھا، ایسا کریم کہ صبح و شام مخلوق کو نوازتے ہوئے کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔)

بالجملہ قابل قبول و مؤید بالمعقول والمنقول وہی قولِ ثانی و ثالث ہے اور وقت الافطار و عند الافطار و بعد الافطار و ہنگام افطار و نزدیکِ افطار و پسِ افطار، سب کا حاصل ایک ہی ہے، نزدیک ترجمۂ عِندَ ہے اور عند خواہ ظرف مکان ہو کما افادہ فی الاتقان الشریف[29] (جیسا کہ اتقان شریف میں ہے۔ت) خواہ ظرف زمان و مکان دونوں کما نص علیہ فی القاموس[30] (جیسا کہ اس پر قاموس میں تصریح ہے۔ت) امتیاز بحسب مدخول علیہ ہوگا کما بینہ فی تاج العروس[31] (جیسا کہ اس کی تفصیل تاج العروس میں ہے۔ت) مگر شک نہیں کہ زمان، زمانی پر داخل ہو کر افادۂ قربِ زمان ہی کرے گا، کوئی عاقل نہ کہے گا کہ عند الصبح کا حاصل قرب مکان صبح ہے، اصل یہ کہ وضعِ عِندَ قربِ مطلق کے لیے ہے، حِسی ہو یا معنوی، کما صرح بہ فی مسلم الثبوت[32] وشرح الکافیۃ لرضی وغیرھا من المعتبرات (جیسا کہ مسلم الثبوت، شرح کافیہ للرضی اور دیگر معتبر کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ت) مکانیات سے قربِ مکانی ہوگا، زمانیات سے قربِ زمانی، متعالی عن المکان والزمان سے قربِ مکانت، کما فی قولہ تعالیٰ عند ملیک مقتدر[33] (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی میں ہے: عظیم قدرت والے بادشاہ کے

29۔ الاتقان فی علوم القرآن، النوع الاربعون فی معرفۃ معانی الادوات، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۱۶۵۔

30۔ القاموس المحیط، تحت فصل العین، باب الدال، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۳۳۰۔

31۔ تاج العروس، تحت فصل العین، باب الدال، احیاء التراث العربی، بیروت، ۲/ ۳۵۔۴۳۴۔

32۔ مسلم الثبوت، مسائل ادویات التعلیق، مطبع انصاری، دہلی، ص:۶۸۔

33۔ القرآن: ۵۴/ ۵۵۔

حضور۔ت) تو نظر باصل معنی کہ عند لغت میں بمعنی جانب وناحیہ تھا۔ کما فی القاموس[34] (جیسا کہ قاموس میں ہے۔ت) اور اتحاد جہت مستلزمِ قرب، اور وہ ہنگام حقیقتِ قربِ مکانی کہ جہۃ حقیقیہ مختص بمکانیات ہے، اُسے ظرف مکان کہیں صحیح اور نظر بحال کہ یہ قربِ حسی ومعنوی سب کو شامل ہوکر زمانیات کو بھی متناول ہوگیا ظرف زمان ومکان دونوں کہیں بھی صحیح۔

ہذا ما ظہر لی ولہ استعمالات اخر منسلخ فیہا عن معنی الظرفیۃ کالحکم و الاعتقاد کقولک ہذا عند ابی حنیفۃ والفضل والاحسان کقولہ تعالٰی فان اتممت عشرا فمن عندک[35] وغیر ذلک کما ذکرہ الحریری فی درۃ الغواص لیس ہذا مقام تفصیلہا۔

یہ تمام وہ تھا جو مجھ پر آشکار ہوا اس کے دیگر استعمالات بھی ہیں جو معنی ظرفیت کے علاوہ ہیں، مثلاً حکم اور اعتقاد جیسا کہا جائے یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے یا بمعنی فضل واحسان کے مثلاً اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے "پس اگر تم دس مکمل کریں تو تمہارا احسان ہے"، اُن کے علاوہ دیگر معانی بھی ہیں جنہیں حریری نے درۃ الغواص میں ذکر کیا ہے لیکن یہ مقامِ تفصیل نہیں۔(ت)

معانی از قبیل ثانی ہیں اور افطار مجملہ معانی تو اس سے مراد وہی قربِ زمانی، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ عند الافطار کے معنی حین الافطار ہیں نہ کہ فی مکان الافطار، ای مکان کان فیہ المفطر حین افطر و الا فالافطار لیس مما یحل فی المکان (افطار کے وقت جہاں افطار کرنے والا ہو، ورنہ افطار خود مکان میں حلول نہیں کرتا۔ت) کیا آج اگر کسی شخص نے ایک جگہ روزہ افطار کیا اور چھ مہینے بعد آکر اس جگہ پر دُعائے مذکور پڑھ لے یا چار پہر تک وہیں بیٹھا رہا صبح کو دُعا پڑھے تو یقول عند الافطار (افطار کے وقت کہے۔ت) کا حکم ادا ہوگیا کہ آخر مکان تو وہی ہے، لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہاں عند سے اتحادِ زمان ہی مفاد اور اتحاد سے وہی تعقیب متصل مراد، یہ سب واضحاتِ جلیلہ ہیں جن کی اضاحت گویا وقت کی اضاعت، مگر کیا کیجیے کہ بعد وہم واہم وورود سوال حاجتِ ازاحت۔

ان تقریرات سے بحمد اللہ تعالیٰ تمام سوالوں کا جواب ہوگیا اور روشن طور پر منجلی ہوا کہ مقتضائے سنّت یہی ہے کہ بعد غروب جو خُرمے یا پانی وغیرہ پر قبل از نماز افطار معجل کرتے ہیں اُس میں اور علم بغروبِ شمس میں اصلاً فصل نہ چاہیے۔ یہ دعائیں اس کے بعد ہوں، ہاں کبھی افطار مقابلِ سحور اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔

ابن خزیمۃ فی صحیحہ ومن طریقہ البیہقی و ابو الشیخ بن حبان فی الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی ﷺ فی فضائل شہر رمضان، قال من فطر فیہ صائما کان مغفرۃ لذنوبہ و عتق رقبتہ من النار، وکان لہ

34۔ القاموس المحیط، تحت فصل العین، باب الدال، احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/ ۳۳۰۔

35۔ القرآن: ۲۸/ ۲۷۔

مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ، قالو یارسول اللّٰہ لیس کلنا یجد مایفطر الصائم[36] الحدیث وفی روایۃ ابی الشیخ فقلت یارسول اللہ افرأیت من لم یکن ذٰلک عندہ؟ قال فقبضۃ من طعام، قلت افرأیت ان لم یکن عندہ، لقمۃ خبز قال فمذقۃ من لبن قال افرأیت ان لم یکن عندہ، قال فشربۃ من ماء[37] وفی حدیث ابی داؤد وغیرہ بسند صحیح عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان النبی ﷺ جاء الی سعد بن عبادۃ فجاء بخبز وزیت فاکل ثم قال النبی ﷺ افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ[38] وفی لفظ افطرنا مرۃ مع رسول اللّٰہ فقربوا الیہ زیتا فاکل و اکلنا حتی فرغ قال اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ وافطر عندکم الصائمون۔

ابنِ خزیمہ نے صحیح میں، اور اسی طریق سے بیہقی نے اور ابو الشیخ بن حبان نے الثواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فضائلِ رمضان کے بارے میں مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جس نے کسی کا روزہ افطار کروایا اس کے گناہ معاف اور اس کی گردن جہنم سے آزاد ہو جائے گی اور اس کے لیے روزہ دار کے برابر اجر ہو گا اور روزہ دار کے اجر میں بھی کمی نہ ہو گی۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو روزہ دار کو سیر ہو کر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتے الحدیث۔ اور ابو الشیخ کی روایت میں ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کے بارے میں کیا حکم ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو؟ فرمایا تو ایک مُٹھی طعام سہی۔ میں نے عرض کیا، اگر اس کے پاس روٹی کا ٹکڑا نہ ہو؟ فرمایا، دودھ کا گھونٹ۔ عرض کیا، اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا، پانی کا گھونٹ پیش کر دے۔ اور ابوداؤد وغیرہ میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ کے پاس آئے، انہوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا، آپ نے تناول کیا اور فرمایا تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، تمہارا کھانا ابرار نے کھایا اور تم پر ملائکہ نے رحمت کی دُعا کی۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ افطاری کی۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں زیتون پیش کیا گیا۔ آپ نے اور ہم سب نے تناول کیا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: تمہارے کھانے کو نیک لوگوں نے کھایا، تمہارے لیے ملائکہ نے دُعا کی اور تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا۔ (ت)

اِسی طعامِ شام سے پہلے ایک دُعا وارد ہوئی ہے، اُس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں:

۳۶۔ صحیح ابنِ خزیمۃ، باب فضائل شہر رمضان، المکتب الاسلامی، بیروت، ۳/ ۱۹۲۔

۳۷۔ کنز العمال بحوالہ حب، حدیث ۲۳۶۵۸، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۸/ ۴۶۰۔

الترغیب والترہیب بحوالہ ابن حبان فی کتاب الثواب، الترغیب فی اطعام الطعام، مصطفی البابی، مصر، ۲/ ۱۴۴۔

۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ، آفتاب عالم پریس، لاہور، ۲/ ۱۸۲۔

الدارقطنی فی الافراد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قرب الی احدکم طعامہ وھو صائم فلیقل، بسم اللہ والحمد للہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وعلیک توکلت سبحنک وبحمدک تقبل منی انک انت السمیع العلیم[39]۔

امام دارقطنی نے افراد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارے پاس کھانا لایا جائے اور تم حالتِ روزہ میں ہو تو یہ کلمات کہو: اللہ کے نام سے شروع، تمام حمد اللہ کے لیے ہے، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور تجھ پر توکل کیا، تیری ذات مقدس ہے اور حمد تیری ہے، مجھ سے قبول فرمالے، بے شک تُو سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ (ت)

حدیثِ طبرانی:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی ﷺ اذا افطر قال بسم اللہ اللھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت[40]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار فرماتے تو کہتے: "اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔" (ت)

میں کہ ظاہر تسمیہ مشعر تقدیم ہے، اگر افطار سے یہی طعامِ شام بمعنی مذکور مراد، جب تو امر واضح ہے، ورنہ وہ بسببِ شدّتِ ضعف قابلِ احتجاج نہیں، اس کی سند میں داؤد بن الزبرقان متروک ہے۔

قال فی التقریب التہذیب متروک وکذبہ الازدی اھ قلت وکذا الجوزجانی کما فی المیزان[41]۔

التقریب التہذیب میں ہے کہ یہ متروک ہے اور ازدی نے اسے کاذب کہا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں جوزجانی نے بھی کہا ہے، جیسا کہ میزان میں ہے۔ (ت)

یہ اس مسئلے میں آخر کلام ہے، امید کرتا ہوں کہ یہ تحقیق وتفصیل اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی، وللہ الحمد وبہ التوفیق ایاہ نسأل ھدایۃ الطریق، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---•••---•••---•••---

۳۹۔ کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد، حدیث ۲۳۸۷۳، مکتبۃ التراث الاسلامی، حلب، ۸/ ۵۰۹۔

۴۰۔ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط، باب مایقول اذا افطر، دارالکتاب، بیروت، ۸/ ۱۵۶۔

۴۱۔ تقریب التہذیب، تحت حرف الدال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱/ ۲۷۹۔

مُسَیلِمَۂ عصرِ حاضر مرزا قادیانی

۲۷/ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء بمطابق ۲۶/ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ واصل جہنم ہوا

اُس رئیس الکاذبین ورأس الضالین کی عبرت ناک موت کا

قطعۂ تاریخ

''ہلاکتِ عدوئے پیغمبرِ حق''

۱۹۰۸ء

میرزا کو نبی بنا ڈالا ‏ ذہنِ افرنگ ہی کا ہے یہ کمال
عصرِ حاضر کا بد تریں کذّاب ‏ عہدِ موجود کا بڑا دجّال
اُس کے اقوال قابلِ نفرت ‏ شرمناک اُس خبیث کے اعمال
فتنہ، پالا ہے جس کو مغرب نے ‏ ہے گراں جس پہ دینِ حق کا کمال
مصطفیٰ کے غلاموں نے جس کا ‏ دے کے جانیں، کیا ہے استیصال
ایسی قربانیاں اُنہوں نے دیں ‏ جن کی تاریخ میں نہیں ہے مثال
مرحبا اُن کا جذبۂ ایثار ‏ واہ واہ اُن کا عزم و استقلال
سر میں تھا قادیانیوں کے جو کِبر ‏ حق پرستوں نے کردیا پامال
ہوگیا، ذہن میں جو تھا اُن کے ‏ نقشۂ اقتدار، خواب و خیال
اس وطن میں یہ فتنۂ انگریز ‏ پھر ہو منہ زور، ہے یہ امرِ محال
مرا بیٹھے سے وہ رذیل آخر ‏ ہے بُرا دشمنِ نبی کا مآل

نقشِ عبرت وفات کا اُس کی
''دوزخی، لعنتی الحق'' ہے سال
۱۳۲۶ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم (کافر) قرار دے دیا، اِس تاریخ ساز فیصلے کا یادگار

قطعۂ تاریخ

''اعلانِ حقیقتِ اوج خاتم النبیین''

۱۹۷۴ء

''آوازِ انہدام قصرِ کذبِ قادیان''

۱۳۹۴ھ

☆☆☆

مقبول مدام ہے شہادت حق کی
مردود تمام دعویٰ ہائے باطل

کافر ہے جو کہتا ہے نبی مرزا کو
وہ شخص تھا اِک ہرزہ سرائے باطل

مرزائی کافر ہیں ز روئے آئین
انجام ہے رُسوائی برائے باطل

اِک مصرع میں طارق نے کہی ہے تاریخ
''بروقت تدارکِ وبائے باطل''

۱۳۹۴ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

عقیدۂ ختمِ نبوت اصلِ ایمان ہے

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ماہِ ستمبر کی آمد ان ہزاروں اسیرانِ وفا اور شہیدانِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی یاد تازہ کرتی ہے جنہوں نے ناموسِ رسالت کی حفاظت اور تحفظِ ختمِ نبوت کی خاطر ۱۹۵۲ء سے لیکر ۱۹۷۳ء تک اپنی جانوں کے نذرانے خندہ پیشانی سے پیش کیے، جس کے نتیجے میں بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اسلامی جمہوریۂ پاکستان کی قومی اسمبلی نے غلام قادیانی کذاب اور اس کو مجدد ماننے والوں کو غیر مسلم (کافر) قرار دیا۔

ختمِ نبوت کا مسئلہ ایمان اور اعتقاد کے اعتبار سے بنیادی اہمیت کا حامل ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس عقیدے کا تعلق اسلام اور کفر سے ہے۔ قرآنِ حکیم اور ارشاداتِ نبوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت ورہ نمائی کے اصل سرچشمے ہیں۔ انہی سرچشموں کی روشنی میں گذشتہ ساچودہ سو سال سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک امت کے تمام طبقے، کیا علما کیا عوام، اسے ایمان کا جزءِ خصوصی سمجھتے اور مانتے چلے آئے ہیں۔ اگر رسالت ونبوت کے اس اہم مسئلے کے سلسلے میں ہمارے ذہن تشکیک کا شکار ہوں گے تو ہم کبھی منزلِ مراد کو نہ پاسکیں گے اور دونوں جہانوں میں رسوائی ہمارا مقدر ہوگی۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر اللہ جل مجدہٗ نبیِ اُمّی ﷺ (ہمارے ماں باپ آپ پر قربان) کے بعد دوسرا کوئی نبی بھیجتا یا بھیجنے کا ارادہ فرماتا تو قرآنِ مجید میں اس کا واضح اشارہ ہوتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے برعکس قرآنِ کریم میں متعدد ایسی آیاتِ کریمہ موجود ہیں جن میں نبیِ رؤف ورحیم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان صاف اور واضح الفاظ میں موجود ہے۔ مثلاً:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب: ۴۰/۳۳)

''یعنی محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے'' (کنزالایمان)

علمائے اہلسنّت (جنہوں نے ہر دور میں اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا ہے اور تاریخ کے ہر موڑ پر اسلام اور ہادیِ اسلام ﷺ کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کی سرکوبی کی ہے) نے ختمِ نبوت کے منکرین کا سخت رد کرکے ان کے سر اٹھانے سے پہلے ہی انہیں کچل دیا ہے۔ چنانچہ ہمیشہ کی طرح اس فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے بھی ان کا کردار روزِ اول سے بہت شاندار رہا ہے۔ تقریباً برِّصغیر پاک وہند بنگلہ دیش کے سو (۱۰۰) سے زیادہ علمائے اہلسنّت نے اس قلمی جہاد میں حصہ لیا، ان سب کے سرخیل امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز ہیں، لیکن قادیانیت کے خصوصی رد کے حوالے سے دو شخصیات کی تصانیف اور فتاویٰ نے سب سے زیادہ شہرت پائی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱..... اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی حنفی بریلوی،
۲..... حضرت پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہما اللہ تعالیٰ

برِّصغیر پاک وہند بنگلہ دیش میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کا غالباً وہ پہلا علمی خانوادہ ہے جہاں سے منکرینِ ختمِ نبوت اور قادیانیت کا سب سے پہلے رد کیا گیا۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء تا ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) چودھویں صدی ہجری کے ایک یگانۂ روزگار عالمِ دین، عرب وعجم کے مرجعِ فتاویٰ جن کے پاس بلادِ عرب وعجم، افریقہ، چین، امریکہ اور یورپ سے بہ یک وقت پانچ پانچ سو استفتا مسائلِ دینیہ وجدیدہ کی دریافت کے لیے آتے تھے۔ وہ اپنی جرأتِ ایمانی اور اظہار واعلائے کلمۃ الحق کے اعتبار سے ''لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ'' کے صحیح مصداق تھے۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی عقائدِ

اسلامیہ کا پہرہ دیتے گزاری، ان کا قلم غیرتِ ایمانی کا علم بردار، عشقِ نبیِ امی ﷺ کا ترجمان اور اُس دور کے تمام دینی اور اعتقادی فتنوں کا سختی سے محاسبہ کرتا نظر آتا ہے۔

امام احمد رضا محدثِ بریلوی قادیانیوں کے متعلق فرماتے ہیں:

''قادیانی مرتد منافق ہیں، مرتد منافق وہ کہ کلمۂ اسلام بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے، ضروریاتِ دین میں سے کسی شئی کا منکر ہے۔ قادیانی کے پیچھے نماز باطلِ محض، قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ قادیانی مرتد ہے۔ اس کا ذبیحہ محض نجس و مردار، حرامِ قطعی ہے، مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے''

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو احکام شریعت، حصہ اول، مصنفہ امام احمد رضا)

آپ کے مجموعہ فتاویٰ رضویہ میں بھی متعدد فتاویٰ قادیانیت کے رد میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ محدثِ بریلوی قدس سرہٗ نے قادیانیت / مرزائیت کے رد میں متعدد مستقل رسائل بھی تحریر فرمائے جن کے اسمایہ ہیں:

۱...... جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ
۲...... المبین ختم النبیین
۳...... قہر الدیان علی مرتد بقادیان
۴...... السوء والعقاب علی المسیح الکذاب
۵...... الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی
۶...... حاشیہ المعتقد المنتقد علی المعتمد المستند

برِصغیر پاک و ہند میں حضورِ اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے انکار اور عقیدۂ ختم نبوۃ سے انحراف کا فتنہ پہلی بار اس وقت منظرِ عام پر آیا جب مولوی احسن نانا توی (م ۔۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) نے قیامِ بریلی کے دوران جب کہ وہ حکومتِ برطانیہ کی ملازمت میں تھے (۱۸۵۱ء تا ۱۸۶۰ء) اثر ابن عباس کی بنیاد پر اپنے اس عقیدے کا واضح تحریری اعلان شائع کیا کہ اللہ کے حبیب لبیب ﷺ کے علاوہ بھی ہر طبقۂ زمین میں ایک خاتم النبیین اور ''محمد'' موجود ہیں۔ امام الاتقیا علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ (والدِ ماجد امام احمد رضا) نے احسن نانا توی کی سخت گرفت فرمائی ایسے عقیدے والے کو گمراہ اور بددین قرار دیا۔ علمائے بریلی، بدایوں، رامپور بشمول علامہ مفتی ارشاد حسین فاروقی رامپوری علیہ الرحمۃ استادِ مولوی احسن نانا توی نے علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کے فتوے کی تائید کی جب کہ احسن نانا توی کے قریبی رشتہ دار مولوی قاسم نانا توی صاحب نے جو مدرسۂ دیوبند کی انتظامیہ میں وہابیوں کے غلبے کے بعد اس مدرسے کے مہتمم ہوئے، ان کی حمایت میں ''تحذیر الناس'' نامی کتاب تحریر کی اور وہ اپنے عزیز کی حمایت میں اس قدر بڑھ گئے کہ انہوں نے یہاں تک لکھ دیا:

''سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخرِ زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔''

پھر دوسری جگہ تحریر کیا ہے: ''اگر بالفرض بعدِ زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔''

یہی وہ دل آزار تشریح ہے جس نے انیسویں صدی کی آخری دہائی میں ملّتِ اسلامیانِ ہند میں تفرقہ ڈالا اور ایک نئے فرقے کو جنم دیا۔ آگے چل کر تحذیر الناس کی اسی عبارت نے مرزا غلام قادیانی کذاب کی جھوٹی نبوت کے دعوے کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کی جس کو آج تک قادیانی بہ طورِ دلیل پیش کرتے چلے آئے ہیں، حتیٰ کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے دلائل دیے جارہے تھے، تو قادیانیوں کے نمائندہ مرزا طاہر نے اپنے مسلمان ہونے کے دفاع میں مولوی قاسم نانا توی صاحب کی ان عبارات کو بہ طورِ دلیل پیش کیا جس کا جواب مفتی محمود

صاحب سمیت کسی دیوبندی عالم سے نہ بن پڑا۔ البتہ مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہما الرحمۃ نے گرج دار آواز میں کہا کہ ہم اس عبارت کے محرر اور اس کے قائل دونوں کو ایسا ہی کافر سمجھتے ہیں جیسا قادیانیوں کو اور یہ کہ اس سلسلے میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا مرتبہ اور علمائے حرمین شریفین کا تصدیق شدہ فتویٰ ''حسام الحرمین'' اسمبلی میں پیش کیا جا چکا ہے۔ مزید حیرت وافسوس کی بات یہ ہے کہ جناب مفتی محمود صاحب کی جماعت جمعیت علمائے اسلام ہی کے دو معزز ارکان مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم صاحبان نے قادیانیت کے خلاف پیش کردہ قرارداد پر قومی اسمبلی میں موجود ہونے کے باوجود دستخط نہیں کیے لیکن نہ تو مفتی محمود صاحب نے، نہ ان کی جماعت نے اور نہ ہی کسی دیوبندی عالم نے ان دونوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی یا بیانِ مذمت دیا یا اخبارات میں مضمون لکھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۴؍ مارچ ۱۹۴۹ء کو قانون ساز اسمبلی میں قراردادِ مقاصد پاس ہونے کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی باقاعدہ تحریک شروع ہوئی۔ اس تحریکِ تحفظِ ختم نبوت میں غالب اکثریت اہلِ سنت کے علما ومشائخ اور عوام کی تھی جسے ہزاروں کارکنانِ اہلِ سنت نے ۵۳۔۱۹۵۲ء میں اپنی نقدِ جان پیش کر کے اور اسیری کی صعوبتیں برداشت کر کے کامیاب بنایا اور بالآخر یہ جدوجہد ۷؍ ستمبر ۱۹۷۴ء کو امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل، مبلغِ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہ کے نامور فرزند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ کی سیاسی قیادت میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں آئینی فتح پر منتج ہوئی اور عالمِ اسلام میں پہلی بار پاکستان کو یہ قابلِ فخر اعزاز حاصل ہوا کہ بیسویں صدی کے اس مسیلمہ کذاب اور اس کی ذریت کو غیر مسلم (کافر) قرار دیا گیا۔

آخر میں ہم قارئینِ کرام کی خدمت میں قائدِ ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نوراللہ مرقدہ کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ اس قرارداد کا متن پیش کر رہے ہیں جس کی رو سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے:

جنابِ اسپیکر..... قومی اسمبلی، پاکستان!

ہم حسبِ ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

''ہرگاہ کہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھی۔ نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہ نما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انھیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکۂ مکرمہ کے مقدس شہر میں رابطۃ العالم الاسلامی کے زیرِ انتظام 6 تا 10 اپریل 1974ء کو منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے 140 مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت، اسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے، جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، انھیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق ومفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔''

☆×☆☆×☆☆×☆

ماں

مفتی احمد میاں برکاتی ☆

ماں کا جو مقام اسلام میں رکھا گیا ہے وہ لازوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو والد کی رضا میں رکھا ہے جنت کو ماں کے قدموں تلے رکھ دیا ہے گویا ماں کے پیر چومو اور جنت میں چلے جاؤ میری مقدس ماں بھی ایسی ماں ہے جن کے قدموں تلے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہزاروں روحانی اولاد کے لیے جنت رکھ دی میری ماں انڈیا میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئیں۔ آبائی مکان سکندرہ راؤ، ضلع علی گڑھ میں ہے ان کے والد منشی حبیب احمد خاں لاحول علی گڑھی کورٹ میں بڑے منشی کے عہدے پر فائز رہے۔ مشہور و معروف مزاح کے شاعر تھے تخلص لاحول تھا۔ کراچی میں ان کا انتقال ہوا بڑے ملنسار بڑے ہنس مکھ اور بڑے ظریف تھے جب بھی یہ بات کرتے ہنس دیتے تھے سامنے والا کتنے ہی غصے میں ہوان سے بات کر کے خوش طبع ہو جاتا تھا۔ منشی حبیب احمد خاں کے تین صاحبزادے، کفیل احمد خاں، رئیس احمد خاں میرے نسبتی باپ تھے، جوانی میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اپنے پیچھے پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا بیٹے امین احمد بھی نوجوانی میں انتقال کر گئے۔ چار بیٹیاں شادی کو باقی تھیں اللہ رب العزت نے اچھے شوہر دیے خوش ہیں۔ رئیس احمد خاں اور نعیم جہاں میں بڑی محبت تھی کہ آخر میں یہ دونوں بہن بھائی حیدرآباد میں تھے اور باقی کراچی میں رئیس ماموں یا تو دفتر سے آتے وقت یا جاتے وقت، اپنی بہن سے ملنا لازم جانتے تھے کوئی تہوار آئے یا کوئی شب مبارک آئے رئیس ماموں ضرور حاضر ہوتے تحائف ساتھ لاتے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور محبت لٹاتے۔ میری والدۂ ماجدہ کی شادی جب ہوئی تو ان کی عمر شریف چودہ سال تھی ۱۹۴۸ء میں یہ شادی ہندوستان میں ہوئی اور وہیں دو سال بعد میری بڑی بہن بشریٰ خانم تولد ہوئیں۔ والدۂ محترمہ اپنے میکے کے بزرگوں کے ساتھ پاکستان آگئیں اور میر پور خاص میں رہیں، چند ماہ بعد والدِ گرامی حضرت خلیلِ ملّت علیہ الرحمۃ بھی پاکستان آگئے اور تلاشِ معاش میں کراچی تشریف لے گئے ایک سال کراچی میں رہے والدہ بھی ساتھ رہیں مگر وہ بڑے شہر سے مطمئن نہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسباب بنائے اور حیدرآباد میں احباب نے آپ کی رہائش کے انتظامات کر لیے ۱۹۵۲ء میں حیدرآباد آگئے اور مختصر دنوں میں یہاں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی جو بحمد اللہ اب تک قائم ہے اور اب تک ہزاروں علما تیار ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس وقت حیدرآباد شہر میں کوئی مکتب کوئی مدرسہ نہ تھا تو پاس پڑوس سے بہت سی بچیوں نے والدۂ ماجدہ سے گھر آ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا وہ ایک بہترین قاریہ تھیں۔ تلفظ نہایت صاف تھا پھر دور دور سے بچیوں نے آنا شروع کر دیا سب بچیاں والدۂ ماجدہ کو ''آپا'' کہہ کر پکارتی تھیں، پہلے ایک وقت صبح پڑھایا پھر بچیاں بڑھیں تو دو وقت پڑھائی ہونے لگی حتیٰ کہ بہت سی بالغات بھی پڑھنے آنے لگیں اور پڑھائی کا یہ سلسلہ وصال سے دو ماہ پیش تر تک جاری رہا۔ یعنی والدۂ ماجدہ نے ۱۹۵۲ء سے ۲۰۰۹ء تک اٹھاون سال مسلسل قرآنِ کریم پڑھایا۔ جب ۱۹۶۶ء میں والدِ گرامی علیہ الرحمۃ نے لطیف آباد میں رہائش اختیار فرمائی تو بہت سی بچیوں کے والدین نے اپنے مکان بھی لطیف آباد میں لے لیے تاکہ ''آپا جان'' کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کو ''آپا'' کہہ کر پکارتا۔ کئی بچے بھی پڑھنے آنے لگے اور ہر دم رات ہو یا دن آپ کے پاس پڑے رہتے اور آپا جان کے ایک اشارے کے منتظر رہتے آپ پردے کی سخت پابند تھیں جب کوئی بچہ بڑا ہو جاتا تو فرما دیتیں کہ اب کل سے تمھارا پردہ ہے۔ اب ہمارے سامنے نہ آنا۔ بعض بچے تو بہت روتے اور بعض سمجھ جاتے۔ مارہرہ شریف میں بھی اپنے بچپن میں ہم نے ان کو گھر سے

☆ دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد۔

خانقاہ جاتے آتے دیکھا ڈولی میں جاتی تھیں دو کہار اٹھاتے تھے بیٹھتے اترتے وقت دور کھڑے ہوجاتے تھے احسن البرکات کے تمام چھوٹے بڑے طلبہ، علما، حفاظ آپ سے بہت مانوس تھے۔ ہر وقت خدمت کو تیار ہوتے تھے۔ چند طلبہ کے نام تو آخر تک والدہ کو یاد تھے، جن میں مفتی ہدایت اللہ، مولانا خیر محمد جمعہ گوٹھ، مولانا حافظ محمد سعید احمد علیہ الرحمۃ، رضی الدین احمد، حافظ محمد رمضان، فصیح الرحمٰن وغیرہ شامل ہیں۔ میرے بنیادی استاد شیخ القراء حضرت قاری عبداللطیف ملتانی تو آپ کے بڑے ہی معتقد تھے دارالعلوم میں پڑھاتے تھے (آج کل لاہور میں ہیں)۔ کوئی کام ہو کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ ایک بار میں ملنے کے لیے لاہور گیا تو واپسی میں دو بورے سامان میرے حوالے کیا۔ اس میں کچھ برتن، تولیہ، چادریں وغیرہ اور ایک بوری میں مکئی (بھٹے) تھے، سامان دے کر فرمایا، جب گھر جائیں تو سارا سامان آپا جان میری استانی صاحبہ کے قدموں میں رکھ دیں اور عرض کریں کہ پہلے اس سامان کو لات ماریں کہ ''میں نہیں لیتی'' پھر قبول فرمائیں۔ اور دعا فرمائیں قاری صاحب فرماتے ہیں ''وہ اس زمانے کی رابعہ بصری ہیں''۔ والدۂ ماجدہ کو کبھی حکیم کو دکھانا پڑتا تو بڑی مشکل سے سخت پردوں میں اندھیرے میں نبض دکھاتیں اور بالکل بات نہ کرتیں، کوئی بات طبیب کو کہنی ہوتی تو ہم لوگوں سے کہلواتیں یا پرچہ لکھوا کر بھجواتیں۔ زندگی بھر یونانی دوا کے علاوہ دوسری دوا نہیں لی فرماتی تھیں ان دواؤں میں الکوحل ہوتی ہے جو ناجائز ہے۔ دو چار مرتبہ تکلیف و درد میں ہم لوگوں کی منت سماجت کے بعد بڑی مشکل سے ایک گولی کھائی۔ پھر دوسری کو سخت منع فرمادیا۔ وصال سے ایک ماہ قبل ہر قسم کی دوا کھانی چھوڑ دی تھی اور ہر قسم کا کھانا اور پینا بھی ترک کردیا تھا ہم لوگوں نے کبھی بہت زیادہ منت کی تو فرمادیا ''مجھے میرے آقا کھلا دیتے ہیں'' ﷺ۔ انھیں سر چکرانے کا عارضہ تھا۔ بڑی تدبیر سے، ان کو عمرے پر لے گیا۔ ساتھ میں میری اہلیہ، بیٹی اور دو بیٹے تھے، بحمد اللہ وہاں قطعاً چکر نہیں آئے اور پھر عمرے پر لے گیا۔ ساتھ میں میری اہلیہ، بیٹی اور دو بیٹے بھی تھے بحمد اللہ وہاں قطعاً چکر نہیں آئے اور پھر عمرے کے بعد کبھی ایسے چکر نہیں آئے جو انہیں پریشان کرتے، کہتی تھیں کہ میں نے وہاں آقا ﷺ سے عرض کیا تھا کہ مجھے چکر آنا بند ہوجائیں۔ چکروں کی وجہ سے وہ ہمیشہ ٹرین میں سفر کرتی تھیں اور شہر میں رکشہ یا بائیک پر۔ بس، کار اور ٹیکسی سے ان کو وحشت ہوتی تھی۔ دو تین مرتبہ کچھ اعزا زبردستی کار میں لے گئے تو تین چار دن تک بستر پر رہنا پڑا۔ ان کی تمام پرانی شاگردیں آخر تک ملنے آتی تھیں۔ ان سے دیر تک گفتگو فرماتیں اور بہت سوں کے مالی مسئلے حل فرمادیتی تھیں کبھی عید بقر عید ہم لوگ ''امی حضور'' کو عیدی پیش کرتے تو وہ سب آنے جانے والوں، نواسے، نواسیوں اور بچوں پر لٹا دیتی تھیں کبھی پیسے کا لالچ نہ کیا مگر ہر کام سلیقے سے کرنے کی عادی تھیں۔ صفائی کی تو آپ ملکہ تھیں آنے والے اعزا کہتے کہ آپ کا فرش تو اتنا چمکتا ہے کہ اس میں اپنا منہ دیکھ لو۔ بستر کی چادر، غلاف، تولیہ انتہائی صاف۔ اکثر اپنے کپڑے خود دھوتی تھیں۔ استری کسی کی پسند نہ آتی تھی تو خود استری کرتی تھیں۔ مجال ہے ایک سلوٹ بھی رہ جائے۔ ان کی کس کس ادا کا ذکر کروں۔ ایک بار آپ کی شاگرد سعیدہ کو خواب میں آقائے دو جہاں ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اس کی آنکھ کھلی تو اپنا چہرہ چھپالیا کہا سب سے پہلے اپنا چہرہ اپنی آپا کو دکھاؤں گی سعیدہ کے بھائی لینے آئے کہ آپا تشریف لے چلیں سخت ضعف کے باوجود اس کے گھر لطیف آباد سے قلعہ تشریف لے گئیں اس کو ہار پہنایا، مبارکباد دی جب اس شاگرد نے گھر والوں کے سامنے آنے کی حامی بھری۔ جب ۲۰۰۴ء میں حج کو تشریف لے گئیں تو ساتھ میں میری بیوی، بیٹی اور ایک بیٹا قاری جواد رضا بھی گئے میں نے اس فضلِ الٰہی پر شکر ادا کیا کہ تین نسلوں نے ایک ساتھ پہلا حج ادا کیا ہے یعنی دادی پوتی اور بہو۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھا تھا قرآنِ کریم میرے ہاتھ میں تھا۔ مجھے اپنی قسمت پر رشک آیا کہ میرے سامنے تین کعبے جمع تھے بیت اللہ شریف، ماں کا چہرہ اور قرآنِ کریم، میں بہت دیر تک باری باری تینوں کو دیکھتا رہا۔ جب حج کر کے گھر

واپس پہنچیں تو بے شمار دعائیں دیں، اپنے ایک نواسے محمد عاطف نوری سے بیان کیا کہ جب میں عمرے پر گئی اور خانۂ کعبہ کو پہلی بار دیکھا تو میں اس کی طرف بڑھتی چلی گئی کہ میری پہلی منزل یہی ہے اور مجھے سنگِ اسود چومنے کا موقع بھی ملا میری دوسری منزل مدینے شریف میں روضۂ مبارکہ تھی جب آقا نے مجھے اپنے سامنے بلالیا، اور مجھے میری دل کی آرزو پر کھلے ہاتھوں میں نقدی بھی عنایت فرمادی۔ امی جان کی بڑی بہو (میری اہلیہ) ہمیشہ ان کا بہت خیال رکھتی تھیں کہ کوئی بات پھوپھی جان کی مرضی کے خلاف نہ ہوجائے۔ انہوں نے زندگی کے ہر لمحے میں یہ چاہا کہ ہم دونوں بھائی اُن کے قریب قریب ہی رہیں اور دور نہ جائیں۔ میرے چھوٹے بھائی اور ان کی اہلیہ بھی ہمہ وقت ان کی خدمت کو تیار رہتے۔

ان کی تمنا اور خواہش تھی کہ ان کے خاندان میں خوب حافظ و عالم بنیں ان کی یہ خواہش پوری ہوئی ان کے تین (تین بیٹیوں کا ایک ایک بیٹا) نواسے انصار احمد، سید عطا علی بخاری، محمد حارث، حافظ بن گئے اور اب درسِ نظامی پورا کررہے ہیں، انصار احمد اس سال فارغ التحصیل ہورہے ہیں۔ ان کے تین پوتے بھی اس میدان میں کامیاب رہے۔ سب سے بڑے پوتے مفتی حماد رضا خاں نوری حافظ، قاری اور عالم ہیں۔ دوسرے چھوٹے پوتے جواد رضا خاں برکاتی بھی حافظ، قاری اور عالم ہیں اور ملک شام میں کورس کررہے ہیں، تیسرے پوتے نور مصطفیٰ بن محمد میاں بھی حافظ و قاری ہیں اور کراچی میں درس نظامی کا کورس کررہے ہیں۔ یہ چھ کے چھ بہترین نعت خواں بھی ہیں۔ دوسرے پوتے بھی نعت خواں ہیں یعنی حسان رضا، نعمان رضا، عسجد مصطفیٰ اور حسنین مصطفیٰ۔ میرا خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ خلیلِ ملّت کا ایک دعائیہ شعر ہے وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہے۔

یا رب ہرا بھرا چمنِ آرزو رہے
جب تک چمن میں گُل رہے اور گُل میں بُو رہے

وصال کے لمحات:

۱۲؍ جمادی الاولیٰ (بارھویں شریف کا دن) جمعہ کے روز، امی جان کو دس بجے صبح سے ہی بے چینی تھی چار دن پہلے ہی سے کچھ کھانا چھوڑ دیا تھا۔ ہاں ہم لوگوں نے شہد اور زم زم ملا کر دیا تو وہ بہت خوشی سے نوش فرمالیا تھا۔ وصال سے چار دن قبل عالم یہ تھا کہ بستر پر آرام فرما ہیں۔ آنکھیں بند ہیں نیم غنودگی ہے۔ لیکن ہر پانچ، دس منٹ بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتی ہیں جیسے کہ کسی کے سلام کا جواب دے رہی ہیں یا آنے والے کی مزاج پرسی کررہی ہیں۔ بعد میں ہم لوگوں کو اندازہ ہوا کہ ممکن ہے رجالِ غیب تشریف لاتے ہوں اور ان کے سلام کا جواب دیتی ہوں یا سلام کرتی ہوں، جب کھانا پینا چھوڑ دیا تو ہر سوال کا جواب دینا بھی بند کردیا تھا اس دوران جب کوئی بات بہنیں پوچھتیں تو زبان پر صرف درود شریف ہوتا ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ'' میں اور بچے جب جمعہ پڑھ کر گھر میں داخل ہوئے تو تمام بہنیں، پوتیاں اور نواسیاں ان کے چاروں طرف تھیں۔ سانس تیز چل رہی تھی۔ چہرہ قبلہ کی سمت تھا فقیر کی زبان پر از خود سلامِ رضا جاری ہوگیا، گویا کسی نے سلام پڑھنے پر اُکسایا، پانچ شعر پڑھے پانچواں شعر:

شاہِ برکات و برکات پیشنیاں
نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

ختم ہی کیا تھا کہ آپ کی سانس ٹھہر گئی۔ میں نے احتیاطاً نبض دیکھی لیکن رفتار نہیں تھی وہ خالقِ حقیقی کے حضور اپنے آقا ﷺ پر سلامِ رضا سنتے سنتے حاضر ہوچکی تھیں۔ جمعہ کے دن بڑے اہتمام کے ساتھ درود رضویہ شریف کھڑے ہوکر پڑھتی تھیں۔ تلاوتِ قرآنِ کریم سے تو ان کو عشق تھا رات کو دو بجے تک پڑھتی تھیں اور صبح فجر کے بعد سے گیارہ بجے تک پڑھنا معمول تھا، تمام اوراد و وظائف، شجرہ شریف جب تک مکمل نہ کرلیتی تھیں ناشتہ نہ کرتی تھیں۔

ہر نئے چاند پر نوافل کا اہتمام ان کا خاص عمل تھا پوچھتی تھیں کہ چاند ہوا کہ نہیں؟ تمام مقدس راتوں اور دنوں میں نوافل اور اذکار کا

خصوصی اہتمام کرتی تھیں، جس دن اور رات میں غسل منقول ہے کبھی نہ چھوڑتیں۔ آپ کو جمعہ کا دن ملا نمازِ جمعہ کے بعد آپ کے وصال کی خبر شہر بھر میں، ملک بھر میں بلکہ دنیا بھر میں آناً فاناً پھیل گئی اور ہمارے پاس کئی ملکوں سے میسجز اور فون دو گھنٹے بعد ہی آنے شروع ہو گئے۔ سب سے بڑی اور سب سے چھوٹی بہن کراچی سے زندگی ہی میں آ گئی تھیں۔ باقی رشتے دار بھی جلد ہی پہنچ گئے نمازِ جنازہ رات کو گیارہ بجے آستانۂ برکاتیہ کے باہر سڑک پر ادا کی گئی۔ ہر طرف سر ہی سر تھے علما و خطبا کا جمِ غفیر تھا۔ بے شمار حفاظ تھے۔ اندازہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں تین یا چار ہزار افراد شریک تھے۔ جنازہ کندھوں پر بانس باندھ کر لے جایا گیا۔ آپ کو آپ کی بہو کی بہو (پوت بہو) اہلیۂ مفتی حماد رضا نوری اور بہنوں نے غسل دیا۔ بغداد شریف سے آئی ہوئی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے مزارِ مبارک کی چادر کئی گھنٹے سینے پر رکھی رہی۔ تدفین کے بعد الحاج گلشن الٰہی چشتی قادری فریدی نے، سیدنا نخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی چادر قبر پر ڈالی پھر پھول چڑھائے گئے۔

دوسرے ہی دن ظہر تا عصر فاتحۂ سوئم، جامع مسجد اقصیٰ لطیف آباد نمبر 6 میں ہوئی، مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ کافی علما نے تقاریر فرمائیں اور ''کتاب تاثرات'' میں تحریر لکھیں۔ فاتحۂ سوئم تک وصال سے چھبیس گھنٹے کے اندر، دنیا بھر سے جو تحائف بہ صورتِ ختمِ قرآن و کلماتِ طیبات موصول ہوئے ان کی تعداد کچھ اس طرح ہے:

قرآنِ کریم	3842 مرتبہ	سورۃ الواقعہ	757 مرتبہ
درود شریف	بارہ لاکھ مرتبہ	سورۃ فاتحہ	3000 مرتبہ
سورۂ یٰسین شریف	5653 مرتبہ	کلمہ شریف	120050 مرتبہ
سورۂ ملک شریف	7561 مرتبہ	آیتِ کریمہ	125000 مرتبہ
سورۂ اخلاص	560,100 مرتبہ	عہدنامہ	357 مرتبہ
سورۂ رحمٰن	355 مرتبہ	استغفار	1000 مرتبہ
سورۂ مزمل	141 مرتبہ	متفرق دعائیں	3000 مرتبہ
سورۂ بقرہ	7 مرتبہ		

سوئم کے بعد سے بیسویں کی فاتحہ 21/05/09 تک (بارہ دن میں)

ختمِ قرآن	162	سورۂ ملک	492
درود شریف	91،750	درودِ غوثیہ	1100
کلمہ شریف	45،000	درودِ تاج	770
سورۂ یٰسین شریف	492	سورۂ اخلاص	3000

مختصر مدت میں ہزاروں کی تعداد میں ختمِ قرآن شریف اور لاکھوں کی تعداد میں کلمہ شریف اور درود شریف پڑھا جانا ان کی قبولیت کی واضح نشانی ہے اور تحائف کا یہ سلسلہ تادمِ تحریر جاری ہے۔ آخری دنوں میں امی جان کو یہ عزیز تھا کہ ہم دونوں بھائی، ان سے دور نہ جائیں۔ میں کبھی کراچی جاتا تو پوچھتیں تھیں کہ صبح تو آ جاؤ گے نا؟ اور میں صبح واپس آ جاتا تھا۔ ان کو یہ فکر بہت دامن گیر تھی کہ کچھ ہو جانے پر یہ دونوں بھائی گھر میں لازمی ہوں۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہم سب بہن بھائی ان کے وقتِ وصال حاضر تھے۔ وصال کے دو دن کے بعد ان کی ایک مداح آئیں، کہنے لگیں کہ آپا نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں تولیہ دوں گی، بہنوں نے فوراً ایک تولیہ ان کو دی تاکہ امی جان خوش ہو جائیں۔

طلبہ پر شفقت کی ایک مثال:

خلیلِ ملت علیہ الرحمۃ کی رہائش جن دنوں دارالعلوم احسن البرکات کے قریب تھی تو حضرت نمازِ جمعہ مسجد خضرا میں پڑھاتے تھے۔ جمعہ پڑھ کر چند طلبہ بھاگ کر گھر آتے تھے اور امی جان ان لوگوں کو کھانا کھلاتی تھیں ایک دن امی حضور نے ان بچوں کے لیے الگ سے کچھ نہ بنایا وہ بچے آئے امی نماز میں تھیں وہ لوگ خود ہی باورچی خانے میں گھس گئے اور جو کھانا تھا وہ کھا گئے۔ امی حضور نے دیکھا تو فرمایا وہ کھانا تو مولانا صاحب کا پرہیزی تھا۔ وہ آتے ہی ہوں گے۔ بچے تو بھاگ گئے۔ آپ نے فوراً دوبارہ کھانا بنایا اور حضرت کے آنے سے پہلے پہلے دم پر لگا دیا۔ آپ کھانے نہایت لذیذ بناتی تھیں۔ اسی وجہ سے اور

تربیت کے لیے کئی مرتبہ خاندان کی بچیاں اپنی شادی سے پہلے ہمارے گھر آکر رہتی تھیں اور کام سیکھتی تھیں۔ وہ اپنے زمانے میں ہر فن کی مالک تھیں۔ مارہرہ شریف کی مخصوص شاہی دال ''اُرد کی دال'' بہت عمدہ بناتی تھیں اور کئی بار مشائخِ مارہرہ شریف جب تشریف لاتے تو ان کے تمام کھانے اپنے ہاتھ سے بناتی تھیں۔ والد صاحب کے مریدین اور دیگر، آپ کو بڑی پیرانی صاحبہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔

آہ! اب یہ سب خواب وخیال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ میری والدہ کی تربت کو ہمیشہ ٹھنڈا رکھے اور ان کے فیوض و برکات ہمیشہ ہمارے گھروں اور زندگیوں میں جاری رہیں۔ وصال سے چند ماہ پیش تر رات کو سونے سے قبل سورۂ ملک نہ صرف پڑھتیں تھیں بلکہ کسی بھی نواسے کو بلاکر فرماتیں میرے پاس بیٹھ کر سنو، کہیں کوئی غلطی نہ ہوجائے۔ ان کی تلامذہ کی آمد کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اور یہ صدقۂ جاریہ ہمیشہ ہی رہے گا۔ میری پیاری ماں! مجھ سے اگر کوئی لغزش ہوگئی ہو، تو خدارا مجھے معاف کردیجیے گا۔

فقط آپ کا غم زدہ بیٹا

غلام محی الدین خاں احمد میاں برکاتی

۲۸ رمئی ۲۰۰۹ء / جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ، بروز جمعرات۔

☆......☆......☆

رضا اکیڈمی کے زیرِ اہتمام

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف میں جشن صد سالہ امام احمد رضا سے متعلق اہم میٹنگ

۲۲ رفروری ۲۰۰۹ء بروز اتوار امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے ہال میں رات ۹ ر بجے عالی جناب محمد سعید نوری بانی رضا اکیڈمی ممبئی کی دعوت پر علمائے کرام کی ایک اہم میٹنگ ہوئی جس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ آج ۱۴۳۰ھ میں امام احمد رضا بریلوی کا ۹۰ واں عرس تھا اور دس سال بعد ۱۴۴۰ھ میں ۱۰۰ سال مکمل ہوجائیں گے۔ لہٰذا آپ کے صد سالہ عرس سے پہلے آپ کی تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کو جدید تقاضوں کے مطابق ایڈٹ کیا جائے اور آپ کی تصانیف کو اُردو کے ساتھ عربی انگریزی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے نیز آپ کی سیرت و سوانح اور خدمات دینیہ وعلمیہ پر ایک مبسوط وضخیم کتاب لکھی جائے جواب تک لکھی جانے والی تمام کتابوں کو محیط ہو اور اس ذخیرے کو جشن صد سالہ میں پیش کیا جائے اس میٹنگ کی صدارت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی نے فرمائی۔ حافظ محمد عفیف رضا متعلم شعبۂ حفظ امام احمد رضا اکیڈمی نے تلاوتِ قرآن سے میٹنگ کا آغاز کیا۔ لائحۂ عمل رئیس القلم علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دارالقلم دہلی نے پیش فرمایا۔ منصوبہ سازی کے لیے صدرِ مجلس کی رہنمائی میں شرکا نے تبادلۂ خیال کیا۔ اس میں حصہ لینے والے مفتی مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی، مفتی سید شاہد علی رضوی، مولانا فروغ احمد اعظمی، مولانا محمد حنیف خان رضوی، مولانا مشکور احمد رضوی، مولانا صغیر اختر رام پوری، مولانا کوثر امام چھپروی، مولانا ممتاز احمد مصباحی نیپالی، محمد زبیر قادری (ممبئی) وغیرہم تھے۔ کچھ ضروری اُمور کا خاکہ تیار کرلیا گیا ہے اس کے پیش نظر تفصیلی اُمور طے کرنے کے سلسلے میں جلد ہی دوسری میٹنگ رضا اکیڈمی ممبئی کے ارکان کسی مناسب مقام پر مستقبل قریب میں کریں گے۔ جس میں ملک وملت کے اربابِ علم وفضل اور قلم کار شریک ہوں گے۔ صدرِ مجلس کی دعا پر رات ساڑھے گیارہ بجے میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

﴿بحوالہ ہفت روزہ مسلم ٹائمز بمبئی، ۲ تا ۸ مارچ ۲۰۰۹ء مطابق ۴ تا ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ﴾

حیاتِ رضا کی نئی جہتیں

تبصرہ نگار: غلام مصطفیٰ قادری رضوی☆

نام کتاب: حیاتِ رضا کی نئی جہتیں۔

مصنف: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی۔

صفحات: ۱۹۲۔

ناشر: البرکات رضا فاؤنڈیشن، ممبئی۔

قیمت: درج نہیں۔

''اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔'' (القرآن)

کتنے پیارے کلمات ہیں جو اپنے اندر حقائق و معانی کا سمندر لیے ہوئے ہیں جس نے اس فرمان ذی وقار پر عمل کیا نصرتِ الٰہی اس کے شامل حال رہی۔ بریلی کی سرزمین پر بیٹھنے والا ''احمد رضا'' اسی ارشادِ برحق پر عمل پیرا ہونے کے لیے آگے بڑھا، خلوص نیت کا ثمرہ تھا کہ اس کا ہر کام اور مقصد پورا ہوتا رہا نصرتِ دینِ متین کے لیے اس کی کاوشیں نا قابلِ فراموش ہیں آج دنیائے اسلام میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی شخصیت و علمیت کے تذکرے نرالے انداز میں ہو رہے ہیں، ان کی شخصیت و فکر کے مختلف پہلوؤں کو موضوعِ تحقیق بنایا جا رہا ہے اُن کے علمی کمالات کو دیکھ دیکھ کر علمائے عرب و عجم مسرت و شادمانی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں جب وہ اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے اس وقت سے تا ایں دم علمائے عرب آپ کی ذات و فکر و فن سے متاثر ہو رہے ہیں۔ نیز دادِ تحسین و تبریک پیش کر رہے ہیں۔

ایک عرصہ تک امام احمد رضا کی علمی شخصیت کا تعارف نہ ہوا آپ کے وصال کے بعد آپ کے معتقدین و فیض یافتگان آگے بڑھے اور ''ذکرِ رضا''، ''حیات اعلیٰ حضرت'' اور ''مجددِ اسلام'' جیسی کتابیں منظرِ عام پر آئیں اور اب تو آپ کی کثیر الجہات، نادرِ روزگار شخصیت پر اربابِ فکر و تحقیق بڑے جوش و خروش کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ آپ کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات پر نہ صرف کتب و رسائل بلکہ بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالات لکھے جا رہے ہیں اور پی ایچ ڈی، ایم فل جیسی اسناد حاصل کی جا رہی ہیں۔ ایسے خوش آئند اقدامات کو دیکھ کر برملا کہنا پڑتا ہے۔ ع

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں

زیرِ تبصرہ کتاب ''حیاتِ رضا کی نئی جہتیں'' واقعی نئے نئے گوشہائے حیات و خدماتِ رضا پر مشتمل ہے جس میں سیرت و سوانح میں بیان کیے جانے والے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ کچھ جدید باتیں بھی شامل کی گئی ہیں جو معلومات افزا بھی ہیں اور حیاتِ رضا کی نئی جہتوں سے بھی واقف کراتی ہیں۔ ۱۹۲ صفحات کی اس کتاب میں یوں تو بہت ساری باتیں جمع کر دی گئی ہیں تاہم کچھ موضوعات میری خصوصی دل چسپی کا باعث بنے جن میں علومِ رضا، تعدادِ تصانیف، اسلوبِ تحقیق اور فنِ حاشیہ نگاری قابل ذکر ہیں۔ امام احمد رضا کو فضلِ خداوندی سے متعدد علوم عطا ہوئے جن کی تعداد الگ الگ تحقیق کے مطابق ۷۰ سے بھی زائد ہے۔ ۵۵ علوم تو وہ ہیں جن کا خود امام موصوف نے ذکر کیا ہے پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رقم طراز ہیں:

''اس طرح فاضلِ بریلوی نے جن علوم و فنون پر دسترس حاصل

☆ باسنی ناگور، راجستھان۔

کی ان کی تعداد ۵۵ یا اس سے بھی تجاوز ہے چودھویں صدی ہجری میں عالمِ اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس طرح علوم و فنون پر دستگاہ رکھتا ہو پھر یہی نہیں کہ فاضلِ بریلوی نے ان کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی۔'' (فاضلِ بریلوی علمائے مجاز کی نظر میں، ص ۷۰ مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۸ء)

فاضل مؤلف مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ان علوم وفنون کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

''بہر کیف علوم و تعدادِ علوم ۵۵ ہوں یا ستر یا پھر ۱۰۵ اور ایک سو پندرہ ۱۱۵۔ یہ تو طے ہے کہ انہیں کثیر در کثیر علوم میں مہارت وممارست حاصل تھی اور علم وفن کی ہر شاخ پر انہیں بیٹھنے کا موقع ملا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے علوم جو مٹنے کو تھے ان کو انہوں نے نہ صرف یہ کہ نئی زندگی دی بلکہ ان کے کارواں کو آگے بڑھایا اور غائر مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ بہت سے علوم وقواعد کے وہ خود موجد تھے اور مصنف بھی تھے۔

(حیاتِ رضا کی نئی جہتیں ص ۵۱)

اس حقیقت کو بھی تسلیم کرلیا گیا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی جیسا مصنف نہیں ہوا جس نے مختلف علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار تصانیف و نادر علمی تحقیقات یادگار چھوڑی ہوں، پھر ہر تصنیف چاہے چھوٹی ہو یا بڑی علم وعرفان کا گنجینہ کہنے کے لائق ہے اور مصنف کی سرعتِ تحریر، تبحرِ علمی اور قوتِ حافظہ کی گواہی دیتی نظر آتی ہے اسے فضلِ الٰہی کہیے کہ آپ اہم موضوعات پر ایک دو روز کے اندر اعلیٰ درجے کی تحقیقی کتاب لکھ دیا کرتے تھے، جس میں شامل علمی افادات اور حسنِ ترتیب کو دیکھ کر نگاہ و دل باغ باغ ہوجاتے ہیں۔

ڈاکٹر شمس مصباحی نے اپنی کتاب میں ۱۳۰۵ھ سے لے کر تادمِ تحریر مرتب کی جانے والی تصنیفاتِ رضا کی تعداد کا جائزہ لیا ہے اور محققین ومؤلفین کے حوالے نقل فرمائے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی محدثِ بریلوی کا گلبہار قلم اپنی عمر کے گیارھویں سال سے چل کر وقتِ وفات تک ایک قیمتی سرمایہ اہلِ اسلام کو دے گیا بہت ٹھوس اور مدلل حوالوں سے اپنی بات کو باوزن بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے جلد یہ نادرِ روزگار افاداتِ علمیہ منظر عام پر آئیں اور اہلِ ایمان کے قلوب واذہان کو روشن ومنور کریں۔

امام احمد رضا نے متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں مگر کوئی بھی کتاب سرسری قسم کی نہیں کہ جس میں بھرتی کے جملے شامل ہوں بلکہ ہر ایک تصنیف قرآن وحدیث اور اقوالِ صحابہ وائمۂ دین سے مدلل ومبرہن ہے اور عمدہ تحقیق وتحریر کا نمونہ ہے۔ اسلوبِ تحریر وقوتِ بیان کو دیکھ کر محققین عش عش کر اٹھتے ہیں۔ فاضل مؤلف نے امام احمد رضا کے اسلوبِ تحقیق کو بھی اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ان (امام احمد رضا) کے قلم میں بحرِ اوقیانوس جیسی گہرائی موجود ہے۔ اسلوبِ تحقیق بہت بلند ہے۔ انہوں نے سلف محققین کے وضع کردہ اصولوں کو برتا ہے۔ اپنی تحقیق پیش کرتے وقت ان اصولوں پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اصولِ تحقیق کو نہ صرف یہ کہ پیشِ نظر رکھا ہے بلکہ اس کاز کو آگے بڑھایا اور مزید اصول وقواعد وضع بھی کیے ہیں۔'' (حیاتِ رضا کی نئی جہتیں ص ۱۰۰)

پھر اصولِ تحقیق و اسلوبِ تحریر کے سلسلے میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے صحتِ نسخ، اتصالِ سند، تواتر، تداول اور احتیاطِ نقل و استدلال کو بھی بطورِ مثال پیش کیا ہے ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

تحقیق میں صحتِ نسخہ اور صحتِ متن کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔

''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کی ایک عبارت میں انہیں شبہ ہوا، عبارت یہ ہے:

ومعه من الماء قدر ما يتوضؤ به فانه يتيم ولا يتوء به فانه يتيمو الا يتوضؤ لانه لمامر.

ان کے پاس کتابِ مذکور کے چار نسخ تھے ان سب میں عبارت یوں تھی ومعه من الماء قدر ما يتوضؤ به لانه يتوضؤ كما ان کا التباس یہ تھا کہ یہاں الفاظ حکم وانه متيمم ولا يتوضؤ به ساقط ہیں جو چاروں نسخوں میں طباعت کی غلطی ہے۔ اب انہیں قلمی نسخوں کی تلاش ہوئی اگر چہ عبارت کو اپنے فہم و وجدان سے صحیح سمجھ لیا تھا چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

'فتاویٰ امام قاضی خان فصل مايجوز به التيمم، اس مسئلے میں جنب تيمم للظهر وصل ثم احدث (اى قوله) معه ماء يكفى الا غتسال فيمم

جتنے نسخ مطبوعہ ہیں سب میں عبارت ناقص و مختل ہے مصر، کلکتہ، لکھنؤ تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ اور کسی مطبع کا ہو اس سے پوری عبارت نقل کر کے بھیجیے۔'

(مکتوب بنام مولانا سید ظفر الدین رضوی عظیم آبادی)

چنانچہ ملک العلما مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی نے خدا بخش لائبریری، پٹنہ سے دو دو قلمی نسخوں سے زیرِ بحث مسئلے کی پوری عبارت نقل کر کے بھیجی۔'' (حیاتِ رضا کی نئی جہتیں ص ۱۰۴)

''یہ ہے ان کا معیارِ مطالعہ اور نگاہِ تحقیق جو انہیں قلمی نسخوں کی تلاش پر مجبور کر دیتی ہے۔ جب تک وہ خود مطمئن نہیں ہو جاتے استدلال و استناد سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس سے ان کے نقل و استناد میں احتیاط و دیانت کا پتا چلتا ہے۔'' (ایضاً ص ۱۰۷)

ڈاکٹر شمس مصباحی نے ایک اور جہت سے محدثِ بریلوی کا تعارف کرایا ہے اور وہ ہے ان کا ''فنِ حاشیہ نگاری'' بلاشبہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی اس میں بھی اپنی مثال آپ تھے، کتبِ احادیث و فقہ پر ان کے حواشی علما و فقہا کے لیے قابلِ مطالعہ ہیں اور اس لائق ہیں کہ ان پر تحقیق و ریسرچ کی جائے۔ وہ خود اپنے حواشی کے بارے میں رقم فرماتے ہیں:

''اور میں نے ان جملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانۂ طالب علمی سے اب تک (۱۳۲۴ھ) جاری ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میری ملک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیے اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض لکھ دیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی، حنفی اصولِ فقہ کی کتاب مسلم الثبوت پر صحیح بخاری کے نصفِ اول پر، صحیح مسلم اور جامع ترمذی پر، شرح رسالہ قطبیہ پر، حاشیہ امور عامہ پر اور شمسِ بازغہ پر اکثر حواشی اس وقت لکھے جب کہ طالب علمی کے زمانے میں اپنے سبق کے لیے مطالعہ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں تفسیر شرح جامع صغیر پر، شرح چغمنی اور تصریح پر، اقلیدس کے تین مقالوں اور الزیج الاجد پر اور علامہ شامی کی ردّ المحتار پر بھی حواشی لکھے۔ ان سب میں پچھلی یعنی ردالمحتار کے حواشی سب سے زیادہ ہیں مجھے امید ہے کہ اگر انہیں کتاب سے الگ کر دیا جائے تو دو جلدوں سے بڑھ جائیں گے۔

(الاجازات المتینۃ لعلما بکۃ والمدینۃ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۵۷)

شمس مصباحی صاحب واقعی محنتی اور جفاکش مصنف ہیں۔ وادیٔ تحقیق میں بڑے انہماک کے ساتھ رہتے ہیں اور اپنا کام مکمل کر کے ہی نکلتے ہیں۔ ان کی اکثر تصانیف کے مطالعہ سے ان کا شوقِ مطالعہ اور ذوقِ تحقیق عیاں ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا کے ۱۳۷ حواشی و تعلیقات کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے جو فنِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، عقائد و کلام، فقہ و اصولِ فقہ، لغتِ فقہ، فرائض، تجوید، تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر، اخلاق، تاریخ، سیر، مناقب و فضائل، زیجات، جبر

ومقابلہ ومثلث، توقیت، نجوم، حساب، ہیئت، ہندسہ، ریاضی اور منطق و فلسفہ کی کتابوں پر آپ نے رقم فرمائے ہیں۔ پھر ساتویں صدی ہجری (جو غالباً حاشیہ نگاری کا ابتدائی دور ہے) سے چودھویں صدی ہجری تک کے حاشیہ نگاروں کے حواشی کا تذکرہ کیا ہے اور تقریباً ۸۰ حاشیہ نگاروں کی فہرست نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''دونوں فہرستوں میں موازنہ میرا مقصود نہیں مگر انصاف پسندوں کو یہ کہے بنا چارہ بھی نہیں کہ در حقیقت امام احمد رضا کی مثال صدیوں میں نہیں ملتی۔ وہ بے مثال ولاجواب ہیں۔ جس سمت میں بھی انہوں نے اپنی عنانِ قلم کا رخ موڑا ہے ایک عجیب مجتہدانہ شان و بصرت سے سکے بٹھادیے ہیں وجدان بولتا ہے ہاں ہاں ع

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیے ہیں۔''

(حیاتِ رضا کی نئی جہتیں، ص ۹۹)

امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری کا کمال تو دیکھیے کہ متقدمین میں ۸۰ حضرات نے حاشیہ نگاری کی اور سب کے حواشی وتعلیقات کی تعداد تقریباً ۲۳۲ ہے اور امام احمد رضا نے اکیلے مطولات پر دو سو سے زائد حواشی وتعلیقات تحریر کیں۔ اربابِ علم وتحقیق عقیدت رضا کا ثبوت دیتے ہوئے اگر ان قیمتی جواہر پاروں کو محنت وجستجو کے ساتھ منصۂ شہود پر لے آئیں اور اربابِ علم وخرد کی خدمت میں پیش کریں تو ہمارا دعویٰ بلادلیل نہ رہے، خدا کرے جلد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

ڈاکٹر شمس مصباحی صاحب قابلِ تحسین وتبریک ہیں کہ انہوں نے افکار رضا کی نئی جہتوں سے ہمیں واقف کرایا، معلومات افزا مضامین ہمارے مطالعے کے لیے لکھ دیے، کتاب خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ منظر عام پر آئی ہے۔ تاہم کمپوزنگ کی غلطیاں جابجا در آئی ہیں۔ کہیں کہیں سطور کی سیٹنگ بھی بگڑ گئی ہے۔ جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت تھی مثلاً ملک العلما کے نام مکتوب (ص ۱۰۳) میں فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت میں عبارت کے بیشتر حصے بدل گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جائے گی۔

×.....×.....×

ہندوستان کے اہم ناشرانِ رضویات کی ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی میں آمد

(ندیم احمد ندیمؔ قادری نورانی)

۱۔ رضا اکیڈمی، ممبئی کے چیئرمین الحاج مولانا محمد سعید نوری صاحب

۲۔ سابق سہ ماہی "افکارِ رضا" ممبئی کے ناشر و مدیرِ اعلیٰ جناب زبیر قادری اور

۳۔ "تاریخ جماعتِ رضائے مصطفیٰ"، "مفتی اعظم ہند اور اُن کے خلفا" اور دیگر اہم کتب کے مصنف جناب مولانا محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی صاحب لاہور میں ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم میں شرکت اور محدّثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد قُدّسَ سِرُّہٗ کے مزارِ مبارک کی زیارت کرتے ہوئے بروز جمعۃ المبارک یکم شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۴؍جولائی ۲۰۰۹ء کو یہاں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی تشریف لائے۔ ادارے میں اپنی آمد کے دو مقاصد بیان فرمائے: (۱) رضویات کے حوالے سے ادارے کی تیس سالہ خدمات کا جائزہ (۲) اس بات کا تجزیہ کہ رضویات کے حوالے سے رضا اکیڈمی، ممبئی اور ادارے کا کیا اشتراکِ عمل ہو سکتا ہے اور آپس میں کس طرح ایک دوسرے کی معاونت کر سکتے ہیں۔

ادارے کے تحقیقی و تصنیفی کام سے بے حد متاثر ہوئے۔ بالخصوص ادارے کی جانب سے "دائرۂ معارفِ امام احمد رضا" کی متوقع پچاس جلدوں میں سے پچیس (۲۵) تیار جلدیں ملاحظہ فرما کر خوب خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ اس "دائرۂ معارفِ امام احمد رضا" کی اشاعت رضا اکیڈمی، ممبئی کے اشتراکِ عمل سے ہوگی۔ آپ حضرات نے رضا اکیڈمی کی شائع کردہ چند کتب بھی ادارے کو پیش کیں۔ ادارے کی جانب سے بھی مہمانانِ گرامی کی خدمت میں ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء کی مطبوعات کے مکمل سیٹ (مع معارفِ رضا کے ماہ نامے اور سال نامے) پیش کیے گئے۔ آپ حضرات کراچی میں اپنے قیام کے دوران روزانہ بلاناغہ ادارے تشریف لاتے رہے اور ۳۰؍جولائی ۲۰۰۹ء کو واپس ممبئی روانہ ہو گئے۔

۴۔ مدرسۂ عالیہ قادریہ، مولوی محلّہ، بدایوں شریف کے سجّادہ نشین علامہ مولانا محمد سالم میاں القادری کے صاحب زادے حضرت علامہ مولانا اُسَید الحق محمد عاصم قادری الازہری (جو اپنے کسی عزیز کی شادی میں شرکت کے لیے کراچی آئے ہوئے تھے) بھی جمعرات ۷؍شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰؍جولائی ۲۰۰۹ء کو ادارے تشریف لائے اور ادارے کی تیس سالہ خدمات کو سراہا۔ آپ کی خدمت میں بھی ادارے کی مطبوعات کا سیٹ پیش کیا گیا۔ واضح رہے کہ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوحِ محترم سیف اللہ المسلول حضرت علامہ مولانا فضلِ رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کا دورۂ مصر و شام 2009ء

﴿بشکریہ، سہ ماہی سفینۂ بخشش کراچی، ربیع الثانی تا جمادی ثانی ۱۴۳۰ھ﴾

عمرے اور زیارتِ مدینہ کے بعد حضور تاج الشریعہ مصر اور شام کے علمی، تبلیغی و روحانی دورے کے لیے پہلے شام تشریف لے گئے۔

بدھ ۲۹/اپریل ۲۰۰۹ء...... حضور تاج الشریعہ دن 10:45 بجے دمشق ایئر پورٹ، شام پہنچے۔ شیخ عمر عراقی (سابق مدرس جامعۃ الرضا، بریلی شریف) مولانا عامر اخلاق صدیقی، سید عامر علی شاہ، اجلال طیب اختر القادری آپ کے استقبال کے لیے ایئر پورٹ پر موجود تھے۔

بعد نماز عصر شام میں زیرِ تعلیم ہندو پاک کے طلبہ حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور نمازِ مغرب تک حضور سے مستفیض ہوتے رہے۔ بعد ازاں طلبہ نے آپ کی اقتدا میں نمازِ مغرب ادا کی پھر دست بوسی و دعاؤں کی درخواست کے ساتھ رخصت ہوئے۔

حضور تاج الشریعہ کو اعلم علمائے شام الشیخ عبد الرزاق حلبی (آپ کی عمر تقریباً 100 سال ہے اور آپ شام میں ثانی امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں) نے عشائیہ پر مدعو کیا۔ حضور تاج الشریعہ کو لینے کے لیے مفتی دمشق الشیخ عبد الفتاح البزم (آپ سالِ گزشتہ عرسِ رضوی کے موقع پر حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر بریلی شریف تشریف لائے تھے۔) کے صاحبزادے الشیخ وائل بزم تشریف لائے تھے اس موقع پر شیخ عبد الرزاق حلبی، شیخ عبد الفتاح البزم و دیگر نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ مفتیٔ دمشق نے حضور تاج الشریعہ کا تعارف کرایا۔ بقول مفتی دمشق شیخ عبد الفتاح البزم، جب حضور تاج الشریعہ اور الشیخ عبد الرزاق حلبی معانقہ فرما رہے تھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ 2 روحیں مل رہی ہوں اور مدتوں کی شناسائی ہو حالانکہ دونوں بزرگوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ رات گئے تک یہ علمی محفل جاری رہی۔

جمعرات ۳۰/اپریل ۲۰۰۹ء...... حضور تاج الشریعہ دن کے تقریباً 11 بجے شام کے شہر حمص کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں حضرت سب سے پہلے قاضی القضاۃ حمص الشیخ **سعید الکحیل** کے یہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال فرمایا اور معانقہ و دست بوسی فرمائی۔ دورانِ ملاقات حضور تاج الشریعہ نے سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ''**الامن والعلی لناعیتی المصطفی بدافع البلاء**'' اور ''**قوارع القهار فی الرد المجسمة الفجار**'' (جن کی تعریب و تحقیق و تعلیق حضور تاج الشریعہ نے فرمائی ہے)، اپنی کتب **رادلمشارع، اصحابی کالنجوم** اور عربی قصائد کا مجموعہ شیخ سعید کو پیش کیا۔ جواب میں شیخ سعید نے حضور تاج الشریعہ سے دعاؤں کی درخواست کی اور اپنی کچھ کتب پیش کیں۔ حضور تاج الشریعہ نے شیخ **سعید الکحیل** کو اجازتِ حدیث عطا فرمائی اور بریلی شریف آنے کی دعوت بھی دی۔

بعد ازاں حضور تاج الشریعہ نے شیخ سعید کے ہمراہ عظیم الشان جامع مسجد حمص ''جامع سیدنا خالد بن ولید'' میں حضرت خالد بن ولید کے مزار شریف پر حاضری دی۔ (شیخ سعید اس مسجد کے خطیب و امام ہیں) یہاں حضور تاج الشریعہ نے نمازِ ظہر کی امامت فرمائی اس موقع پر جمِ غفیر نے حضور تاج الشریعہ سے ملاقات و دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

بعدہٗ حضور تاج الشریعہ حمص کے مشہور قبرستان ''**مقبرة القديف**'' تشریف لے گئے۔ اس قبرستان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں تقریباً 800 صحابۂ کرام مدفون ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں اس قبرستان کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہاں مدفون 70 ہزار خوش نصیب بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔ (**او کما قال النبی** ﷺ) یہاں سے حضور تاج الشریعہ واپس دمشق روانہ ہوئے۔

بعد نمازِ مغرب رہائش گاہ پر ملاقات کے لیے آنے والوں کو حضرت نے زیارت و دست بوسی کا شرف بخشا۔ بعد نمازِ عشا آپ ''جامعۃ التوبہ'' دمشق کی دعوت پر وہاں منعقدہ ''مجلس الوفا'' میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ (یہ مجلس جامعۃ التوبہ میں ہر اسلامی مہینے کی پہلی جمعرات کو منعقد ہوتی ہے) مسجد جامعۃ التوبہ کے امام و خطیب شیخ ہشام برہانی (آپ حضور تاج الشریعہ کے جامعہ ازہر کے زمانۂ طالب علمی کے ساتھی بھی ہیں) نے حضور تاج الشریعہ کا پر تپاک استقبال کیا اور آپ کو منبر شریف پر جگہ پیش کی۔ شیخ ہشام برہانی نے جامعہ سے فارغ ہونے والے قرأۃ حفص اور سبعہ عشرہ کے طلبہ کو حضور تاج الشریعہ نے اپنا عربی قصیدہ بھی سنایا نیز محفل کے اختتام پر دعا بھی فرمائی۔ اس موقع پر بھی بے شمار افراد نے آپ سے ملاقات اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

جمعہ 1 رمئی ۲۰۰۹ء...... دن میں حضور تاج الشریعہ زیارات کے لیے تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے دمشق میں ''باب الصغیر'' کے قبرستان تشریف لے گئے جہاں کئی صحابۂ کرام اور اہلِ بیت خصوصاً حضرت بلال حبشی، ام المومنین سیدہ حفصہ، ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کے مزارات ہیں۔ اس کے بعد آپ ''جامع اموی'' تشریف لے گئے۔ یہ دنیا کی قدیم ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف واقع ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے ۲ رکعت نفل ادا فرمائیں اور مزار شریف پر حاضری دی۔ یہاں سے آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار شریف واقع ''قاسیون'' کے لیے روانہ ہوئے۔

بعد نمازِ مغرب حضرت کی جانب سے علمائے شام کے لیے دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ محفل کا آغاز تلاوتِ کلام پاک و نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا۔ محفل میں علمائے شام کی بڑی تعداد تشریف فرما تھی چند اکابر علما کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) الشیخ عبدالہادی الخرسہ
(۲) الشیخ عبدالفتاح البزم
(۳) الشیخ عبدالجلیل العطا
(۴) الشیخ نضال آلی رشی
(۵) الشیخ عبدالقادر طاہر
(۶) الشیخ عبدالتواب الروطان
(۷) الشیخ علاءالدین حائک
(۸) الشیخ محمد خیر طرشان
(۹) الشیخ اسماعیل زیبی
(۱۰) دکتور عبدالرزاق ایمن شوا

محفل میں الشیخ علاء الدین حائک اور الشیخ محمد خیر طرشان (یہ حضرات حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر ۲۰۰۹ء میں عرسِ رضوی کے موقع پر بریلی شریف تشریف لائے تھے) نے حضور تاج الشریعہ کا شاندار تعارف پیش کیا اور ہندوستان میں حضرت کی علمی اور روحانی خدمات پر روشنی ڈالی۔

محفل مبارکہ میں حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کے لیے الشیخ فاتح الکتانی بھی تشریف لائے۔ (شیخ الکتانی سید ہیں آپ کی عمر سو سال کے قریب ہے) حضور تاج الشریعہ نے شیخ الکتانی کے متعلق فرمایا، مجھے چاہیے تھا کہ میں ان کی زیارت کے لیے جاتا۔

محفل میں مفتیِ دمشق شیخ عبدالفتاح البزم، شیخ اسماعیل زیبی اور شیخ نضال آل رشی نے بھی خطاب فرمایا۔ مفتیِ دمشق نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ آپ (حضور تاج الشریعہ) کے آنے سے ہمارا شام روشن و منور ہوگیا۔ نیز انھوں نے بریلی میں اپنی حاضری کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے آپ سے محبت کرنے والوں کو دیکھا تو مجھے صحابہ کی محبت کی یاد تازہ ہوگئی کہ ایمان یہ کہتا ہے کہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی اسی طرح قدر کرنی چاہیے۔ محفل کا اختتام حضور تاج الشریعہ کے عربی سلام اور آپ کی دعا پر ہوا اور آپ کی کتب علما کو پیش کی گئیں۔ ہفتہ ۲ رمئی ۲۰۰۹ء...... دن کے تقریباً 11 ربجے ''دیرالزور'' (عراقی سرحد کے قریب واقع شام کا شہر) سے علما کا وفد ملاقات کے لیے تشریف لایا۔ بعدہ دمشق کے ''معہد الدولی لتعلیم اللغۃ العربیۃ والشریعۃ'' کے مدیر تشریف لائے۔ دورانِ ملاقات مختلف علمی

موضوعات زیرِ بحث آئے۔

شام 4:30 بجے صاحبزادہ مفتیِ دمشق شیخ وائل بزم حضور تاج الشریعہ کو الشیخ رمضان سعید بوطی (آپ شام کے علمی حلقوں میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں) سے ملاقات کے لیے لے جانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ یہاں بھی علمی گفتگو رہی اور شیخ رمضان سعید بوطی نے حضور تاج الشریعہ سے ملاقات پر اظہارِ مسرت فرمایا۔ اس موقع پر دونوں بزرگوں کے درمیان کتب کا تبادلہ بھی ہوا۔

رہائش گاہ واپسی پر حضرت نے منتظر طلبہ و طالبات سے علیحدہ علیحدہ ملاقات فرمائی۔ خواہش مند مقامی اور بیرونی طلبہ کو شرفِ بیعت سے نوازا، طلبہ نے نمازِ عشا حضرت کی امامت میں ادا کی۔

بعد نمازِ عشا شیخ علاء الدین حائک حضور تاج الشریعہ کو رات کے کھانے کے لیے اپنے گھر لے گئے۔ اس موقع پر مفتیِ دمشق بھی موجود تھے۔ یہاں سے حضور تاج الشریعہ الشیخ ابوالہدیٰ الیعقوبی (آپ شام کے جید عالمِ دین ہیں۔ اجازتِ حدیث کے لیے محفل منعقد کرتے ہیں۔ صحاح ستہ وغیرہ کی اجازت بالسماع عنایت کرتے ہیں) سے ملنے ان کے گھر پہنچے۔ علمی گفتگو اور کتب کا تبادلہ بھی ہوا۔ آپ نے ایک طغرہ جس پر عربی قصیدہ نقش تھا حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں پیش کیا۔ روانگی کے وقت الشیخ ابوالہدیٰ الیعقوبی نے اپنے اور بچوں کے لیے دعا کی درخواست کی، حضرت نے ان کو دعاؤں سے نوازا اور پانی دم کر کے عنایت فرمایا۔

اتوار ۳ رمئی ۲۰۰۹ء...... تقریباً دن 12 بجے الشیخ ابوالخیر الشنار تشریف لائے۔ حضور تاج الشریعہ کی کتب پر اپنی علمی رائے پیش کی اور اپنی کتب بھی حضرت کی بارگاہ میں پیش کیں۔ بعدہ طلبہ سے ملاقات فرمائی اور انہیں آٹو گراف اور نصائح سے نوازا۔ ہندو پاک کے طلبہ نے بیعت، تجدید بیعت یا طالب ہونے کا شرف حاصل کیا۔

تقریباً ۳ ر بجے حضور تاج الشریعہ مصر کے لیے روانہ ہو گئے، آج حضور تاج الشریعہ تقریباً 43 رسال بعد مصر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے جامعہ ازہر مصر سے ۱۹۶۶ء میں سند فراغت حاصل کی تھی۔

پیر 4 رمئی 2009ء...... یوں تو جامعہ ازہر کے لاتعداد فرزند ایسے ہیں جن پر افراد اور خاندانوں، علاقوں اور خطوں ہی کو نہیں، خود جامعہ ازہر بلکہ تمام عالم اسلام کو بھی ناز ہے لیکن آج جس شخصیت نے جامعہ میں ورود فرمایا، اہلِ جامعہ ہی نہیں جامعہ کے در و دیوار بھی ان کے منتظر تھے، ایک بہارِ جاں فزا جامعہ کی فضاؤں میں اتر آئی تھی۔

11 تا 12 بجے حضور تاج الشریعہ کی ملاقات مصر کے امام اکبر، شیخ الازہر علامہ سید محمد طنطاوی سے ہوئی۔ مختلف موضوعات پر دونوں بزرگوں کے درمیان گفتگو رہی۔ شیخ الازہر نے 2 مسائل جن میں پہلے آپ کا موقف حضور تاج الشریعہ سے مختلف تھا اس ملاقات میں حضور کے موقف کی تائید فرمائی۔

1 ...... حدیث مبارکہ ''**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**'' کو شیخ الازہر موضوع خیال فرماتے تھے لیکن اب آپ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث تلقی بالقبول سے مقبول ہوگئی ہے اور موضوع نہیں ہے۔''

2 ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام ''تارخ'' تھا۔ ''آزر'' جس کا ذکر قرآنِ کریم میں آیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، جو مشرک تھا۔ یہ مسئلہ بھی حضرت شیخ الازہر نے قبول فرمایا۔

ان دونوں موضوعات پر حضور تاج الشریعہ کی تصانیف موجود ہیں جو مصر اور بیروت سے شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت شیخ الازہر آپ کے علمی مقام اور ورع و تقویٰ سے بے حد متاثر نظر آئے۔ شیخ الازہر نے علمائے ہند اور علمائے مصر کے درمیان روابط پر زور دیا اور خود ہندوستان تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ نیز جامعہ ازہر اور حضور تاج الشریعہ کے ادارے جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے درمیان ہر قسم کے علمی تعاون کی یقین

دہانی بھی کرائی۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنی اور سیدی اعلیٰ حضرت کی کتب بھی شیخ الازہر کو پیش کیں۔

شام 4 بجے جامعہ ازہر کے مرکز صالح عبداللہ کامل میں حضور تاج الشریعہ کے اعزاز میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں طٰہٰ ابو کریشہ (نائب رئیس جامعہ ازہر)، الشیخ طٰہٰ حبیشی الدسوتی، دکتور فتحی حجازی، دکتور احمد ربیع احمد یوسف، دکتور حازم احمد محفوظ، شیخ جمال فاروق الدقاق، شیخ محمود حبیب کے علاوہ جامعہ ازہر، جامعہ عین الشمس، جامعہ قاہرہ، جامعہ دول العربیہ کے اساتذہ اور دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے طلبہ نے شرکت کی۔ علامہ جلال رضا الازہری نے نظامت کے فرائض سر انجام دیے۔ کانفرنس سے پروفیسر عبد القادر نصار، علامہ طٰہٰ حبیشی الدسوقی، علامہ سعد جاویش وغیرہم نے خطاب فرمایا۔ خصوصی خطاب حضور تاج الشریعہ نے فرمایا۔ 35 منٹ دورانیہ کے اس بیان میں حضور تاج الشریعہ نے فصاحت و بلاغت اور علم و فن کے وہ جوہر دکھائے کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی اور آخر میں علامہ گل محمد الازہری نے کلماتِ تشکر ادا کیے۔ اس موقع پر حاضرین کے لیے پر تکلف طعام کا اہتمام بھی تھا۔ کانفرنس کے بعد علمائے کرام اور طلبہ سے حضور تاج الشریعہ نے ملاقات فرمائی۔ یہ کانفرنس اس اعتبار سے منفرد تھی کہ برِ صغیر کے کسی عالمِ دین کے اعزاز میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کانفرنس تھی۔

منگل ۵/مئی ۲۰۰۹ء...... 1/بجے دوپہر حضور تاج الشریعہ کی خصوصی ملاقات جامعہ ازہر کے صدر الشیخ احمد طیب اور مشہور عرب قلم کار الشیخ عبداللہ کامل سے ادارۃ الجامعہ میں ہوئی...... اس موقع پر حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ملاقات میں علمی موضوعات زیرِ بحث آئے۔ یہاں بھی علمائے مصر و ہند کے درمیان مضبوط روابط پر زور دیا گیا۔ الشیخ احمد طیب نے اس بات پر بھی اظہارِ مسرت فرمایا کہ جامع ازہر میں حضور تاج الشریعہ کے مریدین، معتقدین و تلامذہ تقریباً 90 کے قریب ہیں آخر میں شیخ احمد طیب نے حضور تاج الشریعہ کی علمی اور دینی خدمات کے اعتراف میں جامعہ ازہر کا خصوصی ایوارڈ ''الدرالفخری''(Pride of perfomance) دیا۔ یہ ایوارڈ کبار علمی شخصیات کو دیا جاتا ہے۔

بعد نمازِ عصر حضور تاج الشریعہ کی قیام گاہ پر درسِ حدیث کا اہتمام تھا۔ عراق، لیبیا، سوڈان، الجزائر، یمن، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا وغیرہ کے طلبہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی حضور تاج الشریعہ نے تقریباً 1 گھنٹہ مسلم شریف کا درس ارشاد فرمایا۔

رات میں حضور تاج الشریعہ دکتور محمد خالد ثابت (آپ کا قاہرہ میں بہت بڑا مکتبہ ہے) کے یہاں دعوت پر تشریف لے گئے۔ یہاں کثیر علمائے کرام خصوصاً شیخ یسری رشدی (مدرس بخاری شریف، جامعہ ازہر) اور شیخ احمد شحاتہ بھی موجود تھے۔ محفل میں حضور تاج الشریعہ نے اپنا عربی قصیدہ بھی سنایا۔ آخر میں شیخ یسری نے کئی سوالات کیے جن کے حضور نے مدلل و مبرہن جوابات عربی میں عنایت فرمائے۔ حضور تاج الشریعہ کے علمی مقام اور تقوے سے متاثر ہو کر شیخ یسری اور دیگر علما نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضور تاج الشریعہ نے علما کو اجازتِ حدیث اور اجازتِ سلاسل بھی عطا فرمائیں۔

بدھ ۶/مئی ۲۰۰۹ء...... حضور تاج الشریعہ نے قاہرہ میں مزاراتِ اولیائے کرام کی زیارت فرمائی۔ مسجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میں آپ نے نمازِ ظہر اور مسجد سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نمازِ عصر کی امامت فرمائی۔ بعض دیگر جید علمانے بھی بذریعے فون اجازات حاصل کیں۔

6/مئی کو ہی حضور تاج الشریعہ مصر سے واپس بریلی شریف تشریف لے گئے۔ انشاءاللہ! حضور تاج الشریعہ کا یہ دورہ علمائے عرب اور علمائے ہندوستان کے درمیان مضبوط علمی، تحقیقی، تعلیمی اور روحانی تعلقات کے لیے سنگِ میل ثابت ہوگا۔

×......×......×

تعلیمی و تربیتی ورکشاپ برائے ائمہ کرام

فکر و تدبیر کانفرنس مارہرہ اور تنظیم ائمہ مساجد اہلِ سنت لکھنؤ کے زیر اہتمام دار العلوم وارثیہ لکھنؤ میں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر

﴿یہ رپورٹ ہمیں بذریعۂ ای۔میل دیر سے موصول ہوئی لیکن موضوع کی اہمیت کے حوالے سے اس کی اہمیت ہے اس لیے قارئین کرام کی نذر ہے۔ مدیر﴾

''مساجد دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کے اہم مراکز ہیں، ماضی میں مساجد سے تبلیغ دین، تعلیم علوم اسلامیہ، اصلاح معاشرہ اور تربیت و تزکیہ کے فرائض بڑے پیمانے پر انجام دیے گئے اور اگر آج بھی ائمہ کرام اپنے مقام و منصب اور مسؤلیت کو صحیح طور پر سمجھتے ہوئے اپنے فکر و عمل کو ذرا سی حرکت دیں تو پھر سے مساجد سے وہ تمام کام لے سکتے ہیں جو کل تک ہوتے رہے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ موجودہ ائمہ کرام کے اندر ''امامت'' کی بجائے ''ملازمت'' کی نفسیات پیدا ہوگئی ہے۔ ضرورت ہے کہ وہ اس نفسیات سے باہر آئیں اور قوم کی صحیح امامت کا فریضہ انجام دیں۔'' ان خیالات کا اظہار ۱۲؍ جولائی ۲۰۰۹ کو دار العلوم وارثیہ لکھنؤ میں منعقد ہونے والے ''تعلیمی و تربیتی ورکشاپ برائے ائمہ کرام'' میں علما، مشائخ اور دانش وران نے اپنے بیان میں مجموعی طور پر کہا۔

یہ ورکشاپ ''فکر و تدبیر کانفرنس مارہرہ مطہرہ'' (۱۵؍ نومبر ۲۰۰۸ء) میں مذہبی، تعلیمی اور سماجی اصلاح و بیداری لانے کے لیے منظور کیے گئے ایجنڈے کا ایک حصہ تھا، ابھی ورک شاپ برائے طلبۂ عصری جامعات، ورک شاپ برائے خطبا، ورک شاپ برائے اہل قلم، ورک شاپ برائے طلبۂ مدارس کا انعقاد ہونا باقی ہے۔ لکھنؤ میں منعقد ہونے والے ائمہ مساجد کے ورک شاپ کی صدارت حضرت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی نے فرمائی جب کہ مہمان خصوصی کے طور پر حضرت سید گلزار میاں زیب سجادہ آستانہ عالیہ مسولی شریف نے شرکت فرمائی۔ خصوصی خطاب کے لیے مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری، مولانا خوشتر نورانی، مولانا مبارک حسین مصباحی اور مولانا حافظ محمد یعقوب صاحب امام مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس دہلی نے شرکت کی۔

ورک شاپ دو نشستوں میں تھا۔ پہلی نشست صبح ۹ ؍بجے سے ۱۲:۳۰ بجے دن تک تھی، مفتی شیر محمد صاحب استاذ دار العلوم وارثیہ لکھنؤ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ مندوبین کا خیر مقدم کیا اور شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ورک شاپ کے اغراض و مقاصد اور توقعات کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد مولانا خوشتر نورانی مدیر اعلیٰ ماہنامہ جام نور دہلی نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے ائمہ کرام کو ان کے صحیح مقام و منصب کا ادراک کرانے، ان سے احساس کمتری نکالنے اور جذبۂ عمل بھرنے کی کوشش کی۔

مولانا خوشتر نورانی کے بعد مولانا یعقوب قادری اور مولانا اسید الحق عاصم قادری نے توسیعی خطاب فرمائے۔ مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری نے کتاب و سنت اور تاریخ اسلام سے ائمہ مساجد کے ناقابل فراموش کارنامے کو اجاگر کیا اور اس کے ساتھ ہی نئے حالات کے تقاضوں اور ضرورتوں کو سمجھاتے ہوئے یہ بتایا کہ ہم مساجد کو کس طرح دعوتی و تبلیغی سینٹر بنا سکتے ہیں۔

پہلے اجلاس کے آخر میں حضرت مولانا اقبال احمد قادری استاذ دار العلوم وارثیہ اختتامی کلمات کے ساتھ حاضر ہوئے اور ائمہ کے تعلق سے اپنے نیک جذبات و خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے اس کام کو مشن کے طور پر انجام دینے پر زور دیا اور اس کے لیے دار العلوم وارثیہ لکھنؤ کے تعاون کا بھرپور یقین دلایا۔

ورک شاپ کی دوسری نشست (۲:۳۰ بجے سے ۵ بجے تک) کو سب سے پہلے حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے خطاب کیا۔ موصوف نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ آج ضرورت ہے کہ ائمہ کرام داعی بنیں طالبانی نہ بنیں۔ داعیانہ مزاج اور فکر و عمل ہی انہیں مسجد کی اور پھر ارکان و مصلیان کی حقیقی امامت تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے برعکس طالبانی انداز فکر اور مزاج انا اور خود پسندی کو جنم دے گا جس کا نتیجہ سوائے ناکامی اور مایوسی کے کچھ نہیں ہوگا۔ اس مزاج سے نہ دنیاوی سرخروئی حاصل ہوگی اور نہ ثواب آخرت نصیب ہوگا۔

مولانا مبارک حسین مصباحی کے بعد شہزادۂ احسن العلما حضرت

سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی نے خطبۂ صدارت پیش کیا- حالات زمانہ کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ یہ وقت جماعت کو توڑنے کا نہیں بلکہ مصلحت اور محبت کے ساتھ جماعت کو جوڑنے کا ہے- جماعت کے اگر کسی بھی فرد سے ہمیں کوئی شکایت ہو تو ہماری خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم براہِ راست اس سے استفسار کریں- اس کے برخلاف پروپیگنڈہ اور سوءِ ظنی کی وجہ سے کردار کشی کرنا ایک منفی اور قاتل اندازِ نظر ہے جس سے گریز لازم ہے-

شام ۵ بجے حضرت سید گلزار میاں صاحب سجادہ آستانہ عالیہ مسولی شریف کی دعاؤں پر ورک شاپ اختتام پذیر ہوگیا- اس پروگرام کے لیے الحاج قاری ابوالحسن قادری بانی ادارہ نے خصوصی دعوت نامے تقسیم کرائے اور بڑی محنت کی تھی- اس ورک شاپ میں لکھنؤ اور اطراف سے تقریباً ۱۵۰ ائمۂ مساجد کے علاوہ دیگر علما وفضلا اور خواص اہل سنت شریک ہوئے- یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت کامیاب ورک شاپ تھا- شرکا نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس طرح کا پروگرام دوسرے شہروں میں بھی ہونا چاہیے- واضح رہے کہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے اربابِ حل وعقد فکر وتدبیر کانفرنس سے منظور شدہ دوسرے ایجنڈوں کی تکمیل کی کوششوں میں بھی مصروف ہیں- اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ جمیل عطا فرمائے-

﴿رپورٹ: قاضی خطیب عالم، استاذ: دارالعلوم وارثیہ، لکھنؤ﴾

وفیات

﴿ندیم احمد ندیم قادری نورانی﴾

﴿۱﴾..... مبلغِ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری بروز ہفتہ ۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۵ رجولائی ۲۰۰۹ء کو اِس دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے بھتیجے اور علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے مولانا ناصر قادری صاحب کی اقتدا میں جامع مسجد مدنی، گلشن اقبال بلاک 5، کراچی میں ادا کی گئی۔ آپ اپنے والدِ ماجد حضرت مفتی سید مسعود قادری علیہ الرحمۃ کے پہلو (سخی حسن قبرستان، کراچی) میں سپردِ خاک کیے گئے۔

﴿۲﴾..... ایک ہفتہ قبل جناب غلام مصطفیٰ رضوی صاحب (مالیگاؤں) کی والدۂ ماجدہ دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

﴿۳﴾..... مولانا محمد نعیم طاہر رضوی (مدیرِ اعلیٰ ماہ نامہ ''کنزالایمان''، لاہور) کی والدۂ ماجدہ ۲۵ رجون ۲۰۰۹ء کو انتقال فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

﴿۴﴾..... ماہ نامہ ''جلالیہ''، بھکھی شریف کے مدیرِ اعلیٰ مولانا سید محمد نوید الحسن مشہدی صاحب کے والدِ ماجد حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد مظہر قیوم مشہدی جمعۃ المبارک ۲۹ رشعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۱ راگست ۲۰۰۹ء کو وصال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ آستانہ عالیہ بھکھی شریف کے سجادہ نشیں اور ماہ نامہ جلالیہ، بھکھی شریف کے سرپرست تھے۔ آپ علامہ سید عرفان مشہدی صاحب کے بڑے بھائی اور حضرت حافظ الحدیث علامہ سید جلال الدین شاہ صاحب کے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ ۲۲ راگست ۲۰۰۹ء کو صبح دس بجے حضرت مولانا میاں ابوبکر شرق پوری صاحب کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ واضح رہے کہ آپ کے والدِ ماجد علیہ الرحمۃ حضرت سید نور الحسن کیلانی علیہ الرحمۃ علیہ الرحمۃ کے مرید اور مفتیِ اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ کے شاگرد و خلیفہ تھے اور دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی میں اس وقت زیرِ تعلیم تھے کہ جب محدث اعظم وہاں شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ گر تھے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے صدر جناب صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری، فنانس سیکریٹری جناب حاجی عبداللطیف قادری اور ادارے کے دیگر اراکین وعملہ دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اُن کے درجات بلند کرے اور مرحومین کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

بریلی شریف میں

عرسِ رضوی نہایت شان وشوکت سے منایا گیا
ملک و بیرونِ ملک کے پانچ لاکھ سے زیادہ افراد کی شرکت

ہزاروں علما، مشائخ کی آمد، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی خدمات کے صلے میں مولانا محبوب علی خاں علیہ الرحمہ اور الحاج محمد سعید نوری کو ایوارڈ پیش کیا گیا

۲۳/۲۴/۲۵ رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ/ ۲۰/۲۱/۲۲ رفروری ۲۰۰۹ء کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ۹۰ رواں عرس بریلی شریف میں بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا۔ اس موقع پر ہندوستان اور دنیا بھر سے پانچ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ نمازِ جمعہ کے بعد ہی سے عوام الناس کا اژدہام عرس میں آنے لگا تھا۔ عرس کی تقاریب اسلامیہ انٹر کالج میں منائی جاتی ہیں۔ عصر کے بعد رسمِ پرچم کشائی کی گئی۔ رات میں عشا کی نماز کے بعد اعلیٰ حضرت کی نعت کے ایک مصرعے پر طرحی مشاعرہ منعقد کیا گیا جو کہ صبح فجر کی نماز تک جاری رہا۔

۲۱ رفروری سنیچر کو دن میں مسلسل آنے والے زائرین نے درگاہِ اعلیٰ حضرت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ رات میں عشا کی نماز کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا جس میں ہندوستان بھر کے نمائندہ علمائے کرام نے تقاریر کیں۔ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ، سید یحییٰ میاں مارہرہ شریف، سید نجیب میاں مارہرہ شریف، سید سہیل میاں بلگرام شریف، بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی، علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ یٰسین اختر مصباحی، علامہ عبد المبین نعمانی، علامہ سید شاہد علی رضوی، علامہ قمر الزماں اعظمی، مفتی مطیع الرحمان رضوی، مولانا منصور علی خاں قادری، علامہ فروغ احمد، مفتی اشرف رضا قادری، مولانا انوار احمد امجدی، مولانا امجد رضا، مولانا رحمت اللہ صدیقی نیز کثیر تعداد میں ہزاروں مایہ ناز علمائے کرام و مشائخ عظام اربابِ قلم، اصحاب علم و دانش سر برآوردہ شخصیات، اساتذۂ کرام، طلبۂ مدارسِ اسلامیہ عرسِ رضوی میں شریک تھے مگر جن کا نام بروقت ذہن میں آیا وہ لکھ دیا گیا۔ ۲۴ رصفر المظفر دوپہر میں خانقاہِ حسنیہ نوریہ تحسینیہ میں عرس کے سلسلے میں پروگرام ہوا۔ جس میں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی کے ہاتھوں کنز الایمان ایوارڈ دیا گیا۔ پہلا ایوارڈ اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ کنز الایمان پر سب سے پہلی تصنیف ''دیوبندی ترجموں کا آپریشن'' مصنفہ محبوبِ ملت مولانا محبوب علی خاں صاحب رضوی کے لیے حضرت محبوبِ ملت کے صاحب زادے مولانا منصور علی خاں قادری جنرل سیکریٹری آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کو دیا گیا۔ دوسرا ایوارڈ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصانیف اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت پر گراں قدر خدمات کی انجام دہی پر رضا اکیڈمی ممبئی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری صاحب کو دیا گیا۔

گزشتہ کئی سالوں سے عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر اسلامیہ انٹر کالج کے گراؤنڈ میں دینی مکتبوں کے اسٹال لگائے جاتے ہیں، جہاں ہندوستان بھر کے دینی مکتبے اپنی کتابیں نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ جبکہ رضا اکیڈمی ممبئی انتہائی رعایتی داموں میں کتابیں فروخت کرتی ہیں۔ تین دن کے مختصر عرصے میں لاکھوں کی تعداد میں کتابیں فروخت ہو جاتی ہیں۔ ۲۵ رصفر المظفر کو ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر جیسے ہی قل شریف شروع کیا گیا ہر فردِ بشر اپنی جگہ ٹھہر گیا اور وہیں پر قل شریف کرنے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سارا بریلی شریف ساکن ہو کر قل شریف میں شریک ہو گیا ہو۔ الحمد للہ اس طرح تمام پروگرام بحسن و خوبی امن وامان کی فضا میں شان وشوکت سے منایا گیا۔

﴿بحوالہ ہفت روزہ مسلم ٹائمز ممبئی، ۲ تا ۸ مارچ ۲۰۰۹ء مطابق ۴ تا ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ﴾

﴿یہ اخباری تراشہ ہمیں قدرے دیر سے موصول ہوا، تاریخی اہمیت کے پیشِ نظر شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ﴾

اجمل رضا کے گھر میں بیٹے کی ہے ولادت

از: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

خوشیاں منائیں اجمل صبحِ شب ولادت
نعتیں سنائیں اجمل صبحِ شب ولادت

ذکرِ رضا کا یادِ سرکار کا عطیّہ
احسن رضا بنا ہے اجمل رضا کا تمغہ

کیا خوب رنگ لائے احمد رضا کی نسبت
احسن رضا بڑھائے اجمل رضا کی عزّت

اجمل رضا کے گھر میں بیٹے کی ہے ولادت
صلوا علی النبی الامی کی ہے عنایت

تاباںؔ کے دل سے نکلی یکدم دعاے اکمل
احسن ہو اُس کی سیرت، صورت ہو اُس کی اجمل

صلوا علی النبی الامی و آل الاکرم
والصحبہ المعظم والصالحین الافخم

از روئے ''یمن'' گفتم تاریخ با مسرّت
(۱۰)
''اجمل کے گھر میں اَلحمد بیٹے کی ہے ولادت''
۱۴۲۰
+ ۱۰
۱۴۳۰ ھ

''آواز'' سُن رہی ہے تاباںؔ میری سماعت
(۱۵)
سُن لے زمانہ ''یہ ہے زیبامۂ فضیلت''
۱۴۱۵
+ ۱۵
۱۴۳۰ ھ

कंज़ुल ईमान फ़ी तर्जमतिल क़ुरआन

तर्जमा

सय्येदुना अअ्ला हज़रत इमाम अहमद रज़ा
क़ादिरी बरैलवी रदियल्लाहु तआला अन्हु

ब-फ़ैज़

हुज़ूर मुफ़्ति-ए-अअ्ज़म हज़रत अल्लामा शाह मुहम्मद
मुस्तफ़ा रज़ा क़ादिरी नूरी रदिल्लाहु तआला अन्हु

हिन्दी लिपि

जनाब हाजी मुहम्मद तौफ़ीक़ रज़वी (नवी वाला)
(सदर, रज़ा एकेडमी, शाख नांदेड़)

पुरूफ़रीडिंग

जनाब मुहम्मद शमीम अंजुम नूरी (बी०ए०) (प्रतापगढ़ी)

शाएअ कर्दा

रज़ा एकेडमी

26, कांबेकर स्ट्रीट, मुंबई न. 400 003

सने-इशाअत 10 शव्वालुलमुकर्रम 1418 हिजरी, फ़रवरी 1998.

सिलसिल-ए-इशाअत नं. 101